

٢٠٤

استصار الشريعة

نقد و تحقیر از منتقدین
استاد

نظرین اللہ روح فریب

انتصار الشریعة

نمبر جلد ابابت ماہ نومبر ۹۳ء

جسکو

۷۰۷

مخاکار سید اصف حسین مہتمم رسالہ ہذا نے

طبع دلفریب میں چھپوا کر

لکھنؤ منصور رنگ فریب کاظمین سی شائع کیا

نیشنل پریس

کتابخانہ
مفتی محمد رفیع
مفتی محمد رفیع
مفتی محمد رفیع

حضرت ناظرین

ہایت افسوس سے ہم آپ کو یہ خبر جان گئی کہ مجمع خیر و حسنات جناب سید محمد سکرری صاحب صدر نشین انجمن گلشن مرتضوی و موقوف انتصار الشریعہ نے ۱۸۹۲ء میں عیسوی کو بیب عوارض فرسہ کے دہر عذوبہ سے کنارہ کشی کر کے جنتہ الخلد کے راہی ہو سید صاحب کے حالات زندگی جو صد بامور خیر کے اجراء اشاعت سے ملو نظر آتے ہیں یہ نہیں کہ ہم دو چار سطروں میں تمام کر دیں بلکہ کسی آئندہ نمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ ادنیٰ نذر ناظرین کریں گے اس وقت ہم اپنے معزز ناظرین کو اس امر کا اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ انتصار الشریعہ انشاء اللہ مستعان بہ طور جاری رہے گا اور اس کی اشاعت خداوند عالم پر توکل کر کے ہم نے اپنے ذمہ لی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس نمبر کی اشاعت میں حد سے زیادہ تعویق واقع ہوئی اور ناظرین کو بہت انتظار کرنا پڑا لیکن آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس جدید انتظام میں کتنی تشریں پیش آئی ہوں گی۔

چونکہ اکثر ناظرین کی یہ رائے ہے کہ نصیحۃ الشیعہ کی عبارت متن میں لکھی جائے حاشیہ پر نہ لہذا ہم نے اس کے ارشاد کی تعمیل ضروری سمجھا کہ اس نمبر سے یہی التزام کر لیا ہے لیکن چونکہ حدیث نمبر اول انتصار الشریعہ کے پہلے جز میں شروع ہو گئی تھی اسلئے اس کا بقیہ اسی عنوان سے لکھنا پڑا جو سابق کا تھا خرابی چھاپہ کا غلط و غیرہ کے متعلق جو شکایت تھی یقیناً کہ اس نمبر کے ملاحظہ سے وہ سب دفع ہو جائیگی اگرچہ چند مغز خیز اردن تحریر فرمایا تھا کہ درصورت عہدہ خرابی کا بعد دفعائی چھاپہ قیمت سالہ میں بھی اضافہ کر دیا جائے لیکن ہم بار بار ایک مقرر شدہ قیمت میں اضافہ کرنا پسند نہیں کرتے

سید اصغر حسین

ادفوری شائع

چشم دید حالات مناظرہ بزرگ سادات

چونکہ ہمیں بھی مناظرہ میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے اس باعث سے ہم از روئے وقائع نگاری اپنا فرض سمجھتی ہیں کہ تفصیلی حالات سے اس مناظرہ کے اپنے معزز ناظرین کو مطلع کریں اگرچہ انتصار الشریعہ کا یہ نمبر بابت ماہ نومبر ہے اور یہ واقعہ ابتداء ماہ جنوری کا ہے اسلئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ ہم ان حالات کو ماہ جنوری کے نمبر میں لکھتے مگر چونکہ ہم سے اکثر حضرات متفرق ہوتے ہیں اور یہ نمبر بھی ماہ فروری میں شائع ہوتا ہے اسلئے اسی کے صفحات میں ہمیں جگہ گنا گنا پڑی۔ قبل اسکے ہم جلسہ کی کارروائی لکھیں مناسب سمجھتی ہیں کہ ناظرین کو من جلسہ کی انعقاد کی بنا سے آگاہ کر دیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب سنی للذہب ساکن سہیلہ ضلع مظفرنگر جو قوم پرزادوں سے ہیں انھوں نے کچھ دنوں مدرسہ دیوبند میں تحصیل علم کر کے اپنے قریب جوار کے عوام شیعہ نہیں ہی تحفہ کے مضامین بیان کرنا شروع کیے اور آخر کار نوبت یہ ہوئی کہ ایک جلسہ مقام سہیلہ فرمیں جس میں زیادہ تر علوم اہلسنت جمع تھو کسی پنجابی شیعہ صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب سے بحث ہوئی جس میں مولوی صاحب نے کشف النعمہ سے وہی پرانی حدیث پیش کی جو ابن جوزی سنی مذہب کی کتاب صفوۃ الصناین مذکور ہو اور جسے علامہ برتین نے روایت مذکور ہے اسے صاحب کشف النعمہ نے نقل فرمایا ہے اور اس روایت میں امام علیہ السلام کی زبانی خلیفہ اول کو صدیق ظاہر کیا ہے چونکہ خود مولوی محمد قاسم صاحب نے

کتاب کشف الغمہ کو دیکھا بھی تھا اس لئے اپنے اون علما کی تحریر پر جنہوں نے غفلت یا قاف سے روایت مذکور کو روایات علماء اہل تشیع سے ظاہر کیا ہو اعتماد کر کے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ شیعوں کی روایت سے خلیفہ اول کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے نیز بیچ البلاغہ کا خطبہ شد بلاؤ فلان لہ کہ جس سے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خلیفہ صاحب کی تعریف ثابت کرنا چاہی ہو حالانکہ وہیں معاملہ عکس ہی پیش کیا اگرچہ اس جلسہ میں عوام اہلسنت کی کثرت تھی اور بیجا باؤ ڈالے جاتے تھے لیکن جناب مولوی محمد حسن صاحب نے بلا خوف و ہراس مولوی محمد قاسم صاحب کو معقول جواب دئے اور جلسہ درخواست ہوا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اسکے بعد یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ میں شیعوں کو قائل کر دیا اور وہ جواب سے بالکل عاجز و درماندہ ہو گئے چونکہ اس غیر جامع امر کی شہرت سے ممکن تھا کہ عوام میں غلط فہمی پیدا ہو اسلئے سید سجاد حسین صاحب کن بیرہ سادات شیعہ مظفر نگر نے ازراہ سمیت دینی مولوی محمد قاسم صاحب کو بذریعہ ایک قمہ کے اعلیٰ حالات جلسہ مناظرہ لکھنؤ متنبہ کیا کہ آپ ان واقعات کو غلط طور پر کیوں مشہور کرتے ہیں نیز اس موقع میں وہ حدیث صحیح مسلم لکھی جس کے امیر المؤمنین کے نزدیک حضرات نجین کا اون اوصاف سے عدم اتصاف ثابت ہوتا ہے جسٹرہ حضرت اپنی کو متصف سمجھتے تھے یہ حدیث اس امر کے اظہار کے لئے لکھی تھی کہ جبوقت امیر المؤمنین علیہ السلام کے نزدیک بموجب روایت صحیح مسلم نجین گا ایسے اوصاف سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ امیر المؤمنین کے پوتے (امام محمد باقر علیہ السلام) حضرت خلیفہ اول کو صدیق جانتے ہوں۔ اسکے جواب میں مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک درد رق کا رقمہ لکھا جس میں مناظرہ کے بابت تو ایک حرف بھی تحریر فرمایا ان حدیث صحیح مسلم کے متعلق بزرگ خود کچھ جواب رقم کیا کہ جبکہ رو میں سید سجاد حسین صاحب نے ایک بسوط رسالہ تیار کر کے مولوی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہا لیکن مولوی صاحب نے اس کے لینے سے انکار کیا بالآخر جب ان کی ہم ذمہ حضرات اور پھر ذور ڈالا تو ہزار خرابی ایک عرصہ کے بعد وہ رسالہ لیا اور پھر حضرات کے اصرار

و تاکید سے اوس سال کے افلا ہر جواب میں اپنے بھی ایک سالہ تحریر فرمایا جو مکہ یہ سلسلہ تحریر
 طول پڑ گیا تھا اور خیال ہوتا تھا کہ آئندہ بھی ختم نہ ہو گا اور کوئی معقول نتیجہ ظاہر ہو سکے گا
 اسلئے فریقین (مولوی محمد قاسم صاحب سید سجاد حسین صاحب) میں باہم بڑے پایا کہ علمائے
 فریقین کا ایک جلسہ بقیام بیڑہ سادات منعقد کیا جائے جنہیں سے پانچ پانچ علمائے مہرمان جانچ منتخب
 کے جائیں اور اوس کے سامنے تحریرات فریقین پیش کر کے یہ استدعا کی جائے کہ وہ
 منصفانہ طور پر باہم بحث کر کے یہ نتیجہ نکالیں کہ آیا مولوی محمد قاسم صاحب نے سید سجاد حسین صاحب کی
 تحریر کو درحقیقت صحیح سمجھا اور رد کر دیا ہو یا نہیں در صورت اولی سجاد حسین کو مع علماء و دیگر
 حاضرین جلسہ لازم ہو گا کہ تبدیل مذہب کر کے مذہب حضرات اہلسنت قبول کریں اور مولوی
 محمد قاسم کو زجر جانہ ادا کریں اور در صورت ثانیہ محمد قاسم صاحب کو یہ سب باتیں لازم ہوں گی
 فریقین میں بھی طو ہو گیا تاکہ کچھ ہندو دھیمائی جو عربی دان ہوں انفسران جانچ مقرر ہوں
 حکمن دیگر حضرات اہلسنت کے نہ قبول کرنے سے یہ امر وقوع پذیر نہ ہو سکے (غرض کہ اس
 جلسہ کی کارروائی کے متعلق مشورت و پسندیدگی فریقین ایک دستور العمل مرتب ہوا اور ہر دو
 فریق نے اوس پر اپنا نو دستخط ثبت کئے اور ۲۹ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۵ھ حال تاریخ انعقاد جلسہ
 مقرر ہوئی۔

اب حالات جلسہ سننے کے تاریخ جلسہ سے دو مین دن پیشتر علمائے اہل تشیع مختلف
 مقامات سے تشریف لا کر بیڑہ سادات میں مقیم ہوئے کہ جلسہ کے مونیج اپنے اپنے سرگرمی کران
 حضرات کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھانہ کھا اس سب طرح علمائے حضرات اہلسنت قبل از تاریخ
 جلسہ تشریف فرما ہو کر مقام لکڑولی میں فروکش ہو کر جو بیڑہ سادات سے میل فرمیل فاصلہ پر ہی
 کھن چونکہ وہاں کی ایسا مکان ہی نہیں کیا گیا تھا جہیں علمائے موصوفین باسائش ممکن ہو سکیں اس
 باعث سید محمد غلام غلام حسین صاحب (مترجم قانون شیخ) نے علمائے اہلسنت کے
 پاس و مقامانہ طور پر بھیجا کہ ہمیں نہایت مسرت ہوگی اگر آپ حضرات اوس مکان میں تشریف لائیں

جس میں علمائے شیعہ مقیم ہیں (اسلئے کہ اس مکان میں گنجائش بخوبی تھی) یا اس کے مثل دوسرے
 مکان خالی کر دیا جائے اور اگر یہ منظور نہ ہو تو لکھنؤ ہی میں کوئی ایسا مکان خالی کر دین جس میں
 آپ حضرات بفرار تمام رہ سکیں اور جو کچھ حاضر ہے وہ مثل علمائے شیعہ کے انکی خدمت
 میں بھی حاضر ہوگا، لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنے علماء کو انہیں سے ایک امر کو بھی منقول
 کرنے دیا اور یہی سسکر نہایت فحوس ہو کہ حضرات علماء کو بسبب خرابی مکان و غیر طہارت
 سخت اذیت ہوئی یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو دستہ رائل اس جلسہ کے لئے بنایا گیا تھا
 اوس میں ایک یہ بھی فحہ تھی کہ فریقین کو لازم ہو گا کہ جلسہ سے پیشتر باہم ادون کتب کی تشریح
 کرالیں جو جلسہ میں اپنے اپنے مطالب کی تائید میں پیش کرنا چاہتے ہوں کہ بوقت نماز
 و چائے توفیق و تضعیف کتب کی بحث نہ درپیش ہو، بنا برین سید سجاد حسین صاحب نے
 ایک فرست کتب حضرات اہلسنت کی کئی ہفتہ پیشتر محمد قاسم صاحب کو دیدی تھی کہ
 انہوں نے کوئی جواب دیا نہ کتب اہل تشیع کی کوئی فرست پیش کی ہاں راج جلسہ سے
 ایک روز پیشتر علمائے اہلسنت سے سید سجاد حسین صاحب کو طلب کر کے وہ فرست پیش کیا
 جو سید صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کو دیدی تھی اور دریافت کیا کہ اس فرست سے کیا
 کیا مقصود ہے، سید صاحب نے اصل حقیقت بیان کی جس پر حضرات علمائے اہل تشیع کتب کی
 نسبت پوچھا کہ یہ کس امر کے ثبوت کے لئے پیش ہوئے سید صاحب نے کہا کہ یہ امر تو آپ کو
 بوقت جلسہ معلوم ہو جائیگا اس وقت میں نہیں بتا سکتا پھر حضرات علمائے سید صاحب سے
 دریافت کیا کہ آپ کے بیان کے کتب صحاح کون کون ہیں، جواب دیا کہ ہمارے کتب کی
 اصلاح ہی نہیں ہے اور مجھے عمر بھر میں یہ پھلا موقع اس امر کے سننے کا ملا ہے کہ شیعہ
 مذہب میں بھی کتب صحاح میں نیز کہا کہ اگرچہ مذہب تو یہ تھا کہ بصرہ ہماری طرف سے
 پیشتر سے فرست کتب داخل کر دی گئی تھی کہ اطمینان تمام آپ حضرات انکی حالات سے
 واقفیت حاصل کر کے توفیق و تضعیف فرما سید اس سبب طرح ہمارے یہاں کے جو کتب عند البعث

پیش کرنا منظور تھے اور انکی فہرست قبل سے دیدیجاتی تھیں مگر ہم اسوقت بھی اجازت دیتے ہیں کہ انکو جن کتب کی توثیق کرانا ہوا انکے اسماء لکھ دیں کہ ہم اپنے علماء موجودین سے توثیق با تصنیف کرادیں تاکہ ہر وقت جانچ ان جزوی مباحث میں تصنیع اوقات نہ ہو، مگر حضرات اہلسنت کیلئے تا شروع جلسہ کسی ایک کتاب کا نام بھی ظاہر کیا گیا۔ ۲۶ جمادی الثانیہ (تاریخ جلسہ) چونکہ روز جمعہ واقع ہوا تھا اس باعث سے حضرات علماء اہلسنت نے عمل کے اہل تشیع سے کھلا بھیجا کہ آج جلسہ اسوقت سے شروع ہونا چاہیے جبکہ ہم نماز جمعہ وغیرہ فارغ ہو لیں جسکو بخوشی منظور کیا گیا بعد زوال وقت موعود پر میر سجاد حسین صاحب مع بعض دیگر سادات کے حضرات علماء اہل تسنن کے استقبال کے لئے گئے حضرات علماء مع ایک کثیر پٹے ہم مذہب جماعت کے جاے درود سے باہر تشریف لا کر مقام مناظرہ سے تھوڑے فاصلہ پر متوقف ہوئے اور میر سجاد حسین صاحب کے کہا کہ جلسہ کسی ایسے کسادہ مقام پر ہونا چاہیے جہاں ہمارے ساتھ کے سب لوگ شریک ہو سکیں، جو اب دیکھ اول تو یہ امر دستور العمل کے خلاف ہے اسلئے کہ اوسمیں منہج کے خلاف وہ علماء کے صرف پچاس پچاس اشخاص فریقین سے کہ جو صاحب دو منزل ہونگے شریک ہو سکیں، دوسرے کہ ایک علمی جلسہ ہے اوسمیں ان عوام الناس کو شریک ہونے کو کیا لطف حاصل ہو سکے گا بلکہ ممکن ہے کہ ان لوگوں کی جہالت کے سبب کوئی برہمی جلسہ میں پیدا ہو لہذا مناسب بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات اپنے ہمراہیوں سے صرف پچاس اشخاص منتخب کر لیں جیسا کہ ہمارے علماء نے کیا ہے، حضرات اہلسنت نے اس امر کو قبول نہ کر کے پہلے پہل پر اصرار کیا جسکے جواب میں آخر کو سید صاحب نے کہا کہ اگر آپکو کچھ اور خیال ہماری طرف سے ہے تو ہم اپنی طرف کے پچاس اشخاص بھی جلسہ میں شامل نہ کریں گے بلکہ ہماری طرف کے صرف علماء جلسہ میں آئیں گے اور آپ حضرات مع پچاس اشخاص کے تشریف لیجلیں مگر حضرات علماء نے اسے بھی منظور نہ کیا اور کہا کہ اگر ہمارے

ساتھ کے تمام لوگ شریک جلسہ نہ ہو گئے تو ہم بھی نہ شریک ہو گئے، اسی اثنا میں
منشی نصارت حسین خان سب انسپکٹر بھی بغرض حفاظت و انتظام کے آئے تھے
اور وہ بھی حضرات علما کو سمجھاتے رہے کہ عوام کا ایسے جلسہ میں شریک کرنا خلاف مصلحت ہے
لیکن علماء اپنے ہی قول پر گمے رہے اور بالاخر قریب بغروب آفتاب اپنے محل درود کو
واپس تشریف لے گئے۔

اگرچہ اس واقعہ سے عوام اہل تشیع کو بہت خوشی ہوئی خاص کر اس بہت سے کہ دستور العمل
کی ایک دفعہ میں بصراحت تمام یہ مندرج تھا کہ جو فریق تاریخ معین پر اپنے علما کو شریک
جلسہ کر سکے گا وہ مغلوب سمجھا جائے گا لیکن ہمیں اس جزدی غلبہ سے کچھ انبساط نہ تھا بلکہ تاسف
ہوتا تھا کہ جس غرض کیلئے اتنی رحمت گوارا کر کے آئے ہیں وہ فوت ہوتی ہے حضرات
اہلسنت نے اپنے محل درود پر چھوٹ کر کچھ خود اپنی رائے پر شور و مائل کیا کچھ اپنے ہم
مذہب اشخاص کی افہام و تفہیم سے ایسا اثر ہوا کہ اپنی پیشتر کی رائے واپس لی اور بعد
نماز مغرب سید سجاد حسین صاحب کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اگر کل جلسہ کیا جائے تو ہم صرف پچاس
اشخاص کے ہمراہ (حسب تقنا سے دستور العمل) شریک جلسہ ہو گئے لیکن آپ ہمیں ایک تہہ حضرمین
ہماری طلب کا شرکت جلسہ کیلئے لکھ دیجئے اگرچہ ایک شعبہ صاحب اس تہہ کی تحریر سے مانع ہوئے
اور اسے خلاف مصلحت کہا لیکن سید صاحب نے حضرات علما کے اصرار سے انکار کا موقع نہ کیا اور ایک
نئی سے حسب فرمائش حضرات علما قہر گدھا اور واپس آئے اب ۲۷ جمادی الثانیہ بروز شنبہ کو
پہر علی الصباح جلسہ کا سامان کیا گیا علما نے اہل تشیع جس مکان میں فردکش تھے اس سے پندرہ
بیس قدم کے فاصلہ پر ایک سرراہ مکان تھا جسکے بیرونی حصہ کے دالان میں فرش کیا گیا
تھا اور سامنے دالان کے جو زمین تھی اس پر بکیر انصب تھا اگر دقتات گہری تھی ابکاران
پس اپنے دیوٹی (دفتر منشی) میں سرگرم تھے ۸ بجے صبح کو حضرات علما نے اہلسنت
سج پچاس پیر اشخاص کے تشریف لانے جبکہ کچھ فاصلہ سے سید سجاد حسین صاحب نے مع بعض دیگر اہل تشیع

استقبال کیا اور باہر مائل جلسہ میں لاکر تجلیا باندہ علمائے اہل تشیع بذمہ روضہ سے ملکر
مقام جلسہ میں تشریف لائے اور علمائے اہلسنت کے محاذات میں ممکن ہو کر اسی اثنا عشرین
جلسہ کے اسماء کی فہرست لکھی گئی حضرات اہلسنت و جماعت نے اس شخص کو روضہ کے قریب کے
قریب تھے پولس کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ جو اشخاص شریک جلسہ ہوں بعد کارروائی
شروع ہو جائے انکی آمد و رفت موقوف ہو جائے چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب مابہوین
جو کسی گاؤں کے پواری ہیں چونکہ گہری گہری جلسہ سے انکار ہر کارروائی کی اور ان اشخاص کو
خبر کرنے جاتے تھے جو بیرون جلسہ کسی خاص مقام پر مجتمع ہوں اسلئے اہل پولس نے انکے ساتھ سخت
برتاؤ کیا۔ تمام حاضرین جلسہ کی فہرست نہیں دیکھ سکتے بلکہ صرف علمائے فریقین سے ملنے
اسما معلوم ہونے لگتے ہیں۔

حضرات علمائے اہلسنت

علمائے اہل تشیع

جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب (مترجم جناب مولوی حاجی احمد علی صاحب مدرس
قانون شیعہ) جناب حکیم سید علی اظہر صاحب مدرسہ سہارنپور جناب مولوی محمود حسن صاحب
خولف ذوالفقار حیدر و کنز المکرم وغیرہ جناب مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی شفقت
مولوی شیخ محمد حسین صاحب پروفیسر مدرسہ علی صاحب مدرسہ دیوبند جناب مولوی
عالیہ اسلامیہ لکھنؤ جناب مولوی زین العابدین صاحب محمد خلیل صاحب مدرسہ دیوبند جناب
جناب مولوی محمد حسن صاحب جناب مولوی مولوی احمد حسن صاحب رئیس مولانا خلیفہ
محمد حسین صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب آباد جناب مولوی علامہ صاحب جناب مولوی
جناب مولوی غلام حسنین صاحب رئیس سہارنپور غلام رسول صاحب پنجابی جناب مولوی
جناب مولوی محمد حسن صاحب گوانوی جناب عبدالمعبود صاحب ٹکینہ جناب بوہکشات مولوی
مولوی احمد حسین صاحب گوانوی۔ عبدالحی صاحب گوانوی فرنگی مکی۔

بعد تقسیم پان آواز علیہ طرح ہوا کہ اولاً جناب مولوی غلام حسنین صاحب (مترجم قانون شیعہ)

نے افواج جلسہ کے متعلق ایک تہریر کرنا چاہیے کہ قبل کلام شروع کرنے کے افسر پولس نے باور
عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل از آغاز جلسہ اپنے فرض منصبی کو ادا کروں لہذا آپ ابھی وقت
فرمائیں بعد پولس فسر نے سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم صاحبان سے کہا کہ قبل از آغاز جلسہ آپ
دونوں حضرات کو جو بائیں جلسہ شمار کئے جاتے ہیں ہمارا اطمینان کہ ادا دین کہ اس جلسہ میں بحث
کسی قسم کا ہنگامہ و فساد نہ ہو گا سید سجاد حسین صاحب یہ سن کر ایسا دہ ہوئے اور علمائے اہل
تشیع و دیگر شیعہ حضرات سے مخاطب ہو کر نہایت مودبانہ حیثیت سے دست بستہ ہو کر کہا۔

”یہ جلسہ حسن اتفاق سے بہ نیک نیتی بفضل حقائق حق منعقد ہوا ہے اور
حضرات علمائے فریقین نے ایک نئی کامیاب نیک نیتی تشریف آوری کی خدمت گوارا
فرمائی ہے لہذا میں اپنے حضرات علماء سے خصوصاً اور دیگر شیعہ حاضرین سے
عواماً دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ حضرات اس جلسہ کا انعقاد چاہتے ہیں
تو آپ کو اس امر پر آمادہ ہو جانا چاہیے کہ علماء و دیگر حضرات اہلسنت کی طرف سے غیبی بحث
کوئی کہ خلاف شان یا دشمن بھی کہا جائے تو آپ حضرات اس کے درگزر فرمائیں اور
صرف اپنے اس مقصد کے سرانجام دہی پر نظر رکھیں جس کے لئے صعوبات سفر
اختیار کر کے تشریف لائے ہیں اگر آپ حضرات اس امر پر صدق دل سے آمادہ ہوں
تو ارشاد فرمادیں کہ افسر پولس کو ہماری جماعت سے پورا اطمینان ہو جائے“

بعد ختم تقریر حضرات علماء و دیگر اہل تشیع شرکاء جلسہ نے حسب استدعا سید سجاد حسین صاحب
الفاظ اطمینان بخش ارشاد فرمائے بعد ازاں مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنے معمولی لہجہ اور
الفاظ میں علماء و دیگر حضرات اہلسنت سے مخاطب ہو کر تقریر سید سجاد حسین صاحب کا
اعادہ کیا اور حضرات اہلسنت نے بھی مثال اہل تشیع کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس
کارروائی سے افسر پولس کا بظاہر اطمینان ہو گیا بعد اسکے مولوی مفت علی صاحب نے ایسا کہ
ہو کر ہر دو فریق سے خطاب کر کے ایک تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ۔

”دیہ جلسہ بنیک سیتی و صفاء قلب محض بفضل حقائق حق برپا ہوا ہولند اجود حاضرین جلسہ سے
التماس ہے کہ جب قدر تقریر ہو وہ سب مذب ہوا و حضرات اکابر دین کے اسما گرامی تحریر نامہ
آوین اور تحریر فریقین (مولوی محمد قاسم سید سجاد حسین صاحب کے متعلق لفظی اعلاط پر بحث و فرض
نہ کیا جا اصل مطالب پر نظر رہے۔“

اسکے بعد مولوی غلام حسین صاحب (مترجم قانون شیخ) نے ایک تقریر فرمائی جس کا مشاہدہ اتفاق اتحاد باہمی تھا بعد از جناب
مولوی خلیل احمد صاحب نے ایک تقریر کی جس میں ترتیب مضامین کا اعادہ کیا گیا تھا جو ذکی تہل مولوی مفتاح صاحب
نے بیان فرمائے تھے اور اس پر زیادہ تر زور دیا کہ کوئی لفظ یا مضمون طرفین سے سخت استعمال کیا جائے بعد
سید سجاد حسین صاحب نے شرکاء جلسہ کو ایستادہ ہو کر وہ دستور العمل سنایا جو جلسہ کی کارروائی کے
لئے فریقین نے مرتب کیا تھا اور جو دستخطی مولوی محمد قاسم صاحب تھا کہ پابندی ادا سکے
شرائط و دفعات کی کارروائی شروع ہو سید سجاد حسین صاحب کے متصل مولوی محمد قاسم صاحب
بھی کھڑے تھے اور جو نقل دستور العمل کی دستخطی میر سجاد حسین صاحب ذکی پاس تھی اوسے مقابلہ کے
لیے ہاتھ دینے لگے تھے بعض دفعات کے متعلق حضرات علمائے اہلسنت نے کچھ استفسار فرمایا
اور علمائے اہل تشیع نے اوسکے مطالب و مضامین بیان کر دیے اسکے بعد جو گفتگو اہل
علماء فریقین واقع ہوئی اوسے تبصیر اسما لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ صرف علمائے اہلسنت
و علمائے اہل تشیع لکھا جاتا ہے ان یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ جو کچھ مباحثہ ہوا ہمیں علمائے
اہل تشیع کی طرف سے زیادہ تر جناب مولوی حکیم سید علی ظہر صاحب و جناب مولوی سید
زین العابدین صاحب نے تقریر کی اور علمائے حضرات اہلسنت کی طرف سے زیادہ تر جناب
مولوی احمد علی صاحب و جناب مولوی مفتاح صاحب و جناب مولوی خلیل احمد صاحب
و جناب مولوی احمد حسن صاحب نے رد و بدل فرمایا تھا ان فرض بعد دستور العمل پڑھے جائیکے
حضرات علمائے اہلسنت کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ اگر اس عہد نامہ میں کوئی دفعہ سید سجاد
حسین صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کی ناجزہ کاری یا جہالت سے ایسی مندرج ہو گئی ہو جو

غیر قابل قبول و مہمل ہو تو اس کے اخراج کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔

علمائے اہل تشیع کی طرف سے جواب ہوا کہ یہ عہد نامہ چونکہ مکمل ہو چکا ہے اب اس میں کسی قسم کی بحث کرنا مناسب نہیں علاوہ ازیں اس کی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جیسا کہ آپ ارشاد کرتے ہیں بلکہ یہ عہد نامہ ملاحظہ کردہ و مقبول جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہے کہ جنہیں آپ حضرات اس زمانہ میں مکمل و افضل سمجھتے ہیں۔

بعد اس کے سید سجاد حسین صاحب نے حسب منشاء عہد نامہ ایک محضرتیار کیا جس کی عبارت یہ تھی۔

”بپابندی دستور اہل شیعہ نے علمائے شیعہ و دیگر شرکاء جلسہ سے تصدیق کر کر یہ کاغذ پیش کیا جاتا ہے۔ سجاد حسین بقلم خود۔“
اقرار علمائے شیعہ مع دیگر شرکاء جلسہ

اگر سید سجاد حسین کی تحریر بروقت جانچ ایسی ثابت ہو جائے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے رد جواب ابجوابیہ اور سکوٹ جمع الوجوہ باطل کر دیا ہے تو ہم لوگ عدہ کرتے ہیں کہ اپنا مذہب تبدیل کر کے سنی ہو جائیگے، دستخط علمائے شیعہ۔ دستخط دیگر شرکاء جلسہ۔
جب سید سجاد حسین صاحب نے اس قرار نامہ کو مکمل کر کر پیش کرنا چاہا تو حضرات علمائے اہل تشیع نے اہل تشیع سے مخاطب ہو کر نہایت سنگسار طرز پر کہا کہ رد اول تو ہم نے تحریرات باہمی مولوی محمد قاسم صاحب سید سجاد حسین صاحب کو اس وقت تک نہیں دیکھا ہے تاہنا انصاف و اتحاد اس امر کا منقضی نہیں ہے کہ محض مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کے غلط ثابت ہونے سے ہم لوگ بھی تبدیل مذہب پر مجبور کئے جائیں اس طرح ہم آپ حضرات سے بھی یہ نہیں چاہتے کہ آپ تحریر سجاد حسین کے غلط و باطل ثابت ہونے پر تبدیل مذہب پر آمادہ ہوں۔

علمائے شیعہ کی طرف سے جواب ہوا کہ رد آپ حضرات کو تحریرات کا ملاحظہ کرنا مولوی محمد قاسم صاحب کا فرض تھا اور ان کو بھی لازم تھا کہ بغیر واقفیت حالات بناظرہ بغیر ملاحظہ کرنے تحریرات و تحریرات کے

اس جلسہ میں شرکیہ ہوتے اور چونکہ مولوی محمد قاسم و سید سجاد حسین سہاگانی تحریریں ایک ایسے مسلم
 اختلافی کے متعلق ہیں جو اصل الاصول اختلافِ اہلسنت و شیعہ ہے (یعنی خلافت) پس ضرور
 در صورت ثبوت صحت تحریر احمد فریقین اور سکا مذہب اختیار کرنا عین انصاف و حق پر دہی ہو
 لہذا ہم لوگ نے اپنے دیگر ہم مذہب شرکا جلسہ کے بطیب خاطر و صدق دل آمادہ ہیں کہ اگر
 ہم پر یہ ثابت کر دیا گیا کہ تحریر سید سجاد حسین کو مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر نے من جمیع الوجوہ
 و حقیقت باطل کر دیا ہے تو ہم اوس وقت سے اپنے مذہب کو ترک کر کے آپ کے زمرہ میں
 شامل ہو جائیں گے اور در صورت اسکے برعکس نتیجہ ظاہر ہو سکے آپ حضرات کو بھی ایسا ہی کرنا
 چاہیے اور یہی مثلاً جلسہ ہزا و معاہدہ سلمہ فریقین ہے نیز کہا کہ قجب کی بات ہو کہ سید سجاد
 حسین صاحب کی تحریر کے اعتماد پر کہ جنہیں آپ بھی جانتے ہیں کہ کوئی ذیلہ شخص نہیں ہیں تبدیل مذہب
 پر آمادہ ہیں لیکن آپ مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر پر اعتماد نہیں کرتے کہ جو صاحب لیاقت
 کے جانے نہیں اس جگہ ہمیں یہ بیان کر دینا ضرور ہے کہ معاہدہ فریقین (سید سجاد حسین مولوی
 محمد قاسم حنا) میں ایک یہ بھی فہم تھی کہ اگر کسی فریق کے علمائے بڑے وقت مباحثہ بغرض اپنے
 ہم مذہب (سید سجاد حسین یا مولوی محمد قاسم صاحب) کی تحریر باطل ثابت ہونے کی تبدیل مذہب کے
 وعدہ کرنے سے انکار کیا تو وہ فریق مغلوب سمجھا جائیگا۔

پس طریق خود قیج نکال سکتے ہیں کہ بموجب اس فہم کے غلبہ کس جانب با اور حضرات علماء
 اہلسنت کے تبدیل مذہب کے نہ وعدہ کرنے نے مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کی کیسی وقعت
 ظاہر کر دی اگرچہ بعد کو حضرات علماء بہت کچھ فریق شمال گئے لیکن ادون تقریر و کمود لیکچر بعد کو
 ادون حضرات نے محض اپنی بات رکھنے کیلئے فرامین خود اہل فہم نتیجہ نکال لینے۔

انفرض حضرات اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ وہ اگر بالفرض ہم نے بوجہ پابندی ہندو
 نامہ تبدیل مذہب فریق غالب کر لیا تو اسی عہد نامہ کی دفعہ ۱۰ کی تعمیل پر کہہ کر ہو سکتی کہ جن
 یہ مندرج ہے کہ بعد اظہار نتیجہ جانچ دیگر سال میں بحث ہوگی جبکہ بعد اظہار نتیجہ جانچ ایک نئے متن

دوسرے کا مذہب اختیار کر لیا تو پہلے اختلافی کون اپنی رہے گا لہذا تبدیل مذہب کی دفعہ کو کہ جو دفعہ
اس سے منافض ہے اس میں متور العمل سے خارج کر دینا چاہیے۔

علمائے اہل تشیع کی جانب سے جواب ہوا کہ ان دونوں دفعات میں کچھ تعارض نہیں ہے
بلکہ چونکہ یہ پُر ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو دفعہ اول کے جمیع اصول کے
کامیابی واقف نہیں ہوتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کے دل میں اس مذہب کے اصول کے
حقائق و دقائق و نحو بیان نقش ہوتی ہیں اس لیے یہ دفعہ اول رکھی گئی ہو تاکہ جب ایک فریق
دوسرے کا مذہب اختیار کرے تو مناسب یہ ہے کہ مذہب جدید کے جمیع اصول و اختلافی
مسائل کو بحث و تحقیق کر کے سمجھ لے تاکہ کامل الامان ہو جائے اور اسی لئے اس دفعہ کی
پابندی لازم نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ علمائے فریقین کو اختیار ہو گا کہ بعد اظہار نتیجہ
جائز اگر مناسب سمجھیں تو دیگر مسائل اختلافی میں بحث کریں۔

اسی اثنا میں حضرات اہلسنت سے ایک پنجابی مولوی صاحب اپنی جماعت سے اُٹھ کر جو آپس
جلسہ سے باہر جا کھڑے ہوئے اور وہیں سے دو فریق کو مخاطب کر کے ایک خارج
از بحث تقریر کرنا شروع کی جس میں سنی و شیعہ حاضرین جلسہ کو بہت کچھ الفاظ نرم و گرم کہے اور کہا کہ
”معاذ اللہ میں سنیوں کا طرفدار نہ شیعہ ہوں بلکہ مجھے دونوں کی حالت پر افسوس ہو رہا ہے
اور میں بھائیو یہ کیا لغو بحثوں میں پڑے ہو جاؤ اپنے اپنے کام لگو اسلام کی حمایت کرو“
مولوی صاحب بظاہر بہت جوش میں بہرے ہوئے تھے اور بڑا طولانی لکچر دیتے معلوم
ہوتے تھے لیکن حضرات علمائے اہلسنت نے انہیں منع کیا جس کے بعد پھر وہ اپنے
علماء کی جماعت میں جا کر شامل ہو گئے اور ان کی تائید فرمانے لگے بعد ازیں علمائے
اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ”ہم چاہتے ہیں کہ بحث اس نہج سے ہو کہ سید سجاد حسین
کی تحریر کا ہم خود جواب دیں مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کا کچھ اعتبار کیا جائے۔“

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ ”ہم یہ کمال خوشنودی منظور ہیں جو کہ اس وقت کا

جلسہ بغضِ جانچ تحریر سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم صاحب منعقد ہوا ہے لہذا اولاً آپ
یہ کھدین کہ تحریر مولوی محمد قاسم صاحب غلط و نامعتبر ہے اس کے بعد ہر طرح آپ نے مانگی
اوس عنوان سے ہم بحث کرنے کو موجود ہیں۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اگر یہ نہیں منظور ہے تو مناسب یہ ہو کہ پہلے
ہمارے آپ کے جو اصول مذہب میں وین گفتگو و بحث کیجائے زان بعد فریقین کی
تحریر کی جانچ ہو۔

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جس معاملہ کی بنا پر یہ جلسہ منعقد ہوا ہے
وہ اس امر پر مجبور کرتا ہے کہ پہلے تحریرات فریقین کی جانچ کیجائے لہذا پہلے یہ کام کر لیا
اوس کے بعد جس تک آپ کا دل چاہے مقولہ خواہ مقولہ جو منظور ہو بحث فرمائے اور جس زمانہ تک
یہ بحث ختم نہ ہو گی ہم لوگ یمن مقیم رہیں گے۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم نے تحریر مولوی محمد قاسم صاحب کو
نہیں دیکھا ہے بغیر دیکھے ہم کیونکر اس سے غلط کھدین۔

علمائے شیعہ نے کہا کہ اول تو آپ حضرات کو اس جلسہ میں بغیر اوس تحریر کے ملاحظہ کرنے کے
تشریف نہ لانا چاہئے تھا اسلئے کہ یہ جلسہ تو اسی تحریر کی جانچ کے بے منعقد ہوا ہے
دوسرے ہم آپ کو مہلت دیتے ہیں کہ اس وقت یا بیانے واپس تشریف لیا کر بجائے خود
باطینان تمام مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کو ملاحظہ فرمائے اوس کے بعد اگر آپ اسے
صحیح سمجھیں تو بشرط اوس کے بر وقت جانچ غلط ثابت ہونے کے تبدیل مذہب کا وعدہ
فرمائیے اور اگر آپ اس تحریر کو نامعتبر پائیں تو اسے تصریح ظاہر کر دیں اوس کے بعد
جس طور سے اور جس مسئلہ میں آپ مناسب سمجھیں بحث فرمائیں۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے استفسار ہوا کہ فریقین کی تحریر کی جانچ کی طرح
ہو گی آیا صرف تسلیم و انکار کا اظہار کر دینا ہو گا یا اوس کے دلائل بھی بتائے جائیں گے

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جانچ اس طور سے ہوگی کہ ہم آپ ہم لکھتے تحریرات فریقین کو دیکھیں گے اور ہم نے ایک طویل الذیل فہرست اون مضامین کی مرتب کی ہے جو تحریر سید سجاد حسین صاحب میں جواب طلب تھی یا اسی تھی جنکا جواب دینا بحیثیت مجیب کے مولوی محمد قاسم صاحب کو ضروری تھا اور اس فہرست کے موافق آپ حضرات سے دریافت ہوگا کہ انہیں کن کن باتوں کا جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے دیا ہے اور کن کن کامنہیں دیا جلی نسبت انکی جانب سے یہ کہا جائے گا کہ انکا جواب تحریر مولوی محمد قاسم صاحب میں موجود ہے تو انکو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ حقیقت یہ جواب صحیح و واقعی ہے۔

علمائے اہلسنت سے جناب مولوی احمد علیہ صاحب نے ارشاد کیا کہ چونکہ میں تحریرات مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب کو دیکھ چکا ہوں اعلیٰ میں تو تبدیل مذہب کے کاغذ پر دستخط کرنے کو آمادہ ہوں لیکن دیگر علمائے حاضرین نے ابھی تک نہیں دیکھا ہے اسلئے وہ دستخط سے انکار کرتے ہیں اس پر دیگر علمائے اہلسنت خود مولوی صاحب نے قبل علمائے شیعہ کے جواب دینے کے فرمایا کہ صرف ایک شخص کے دستخط کر دینے سے جلسہ کی کارروائی ممکن نہیں اسلئے کہ بموجب عہد نامہ کے پانچ پانچ علمائے فریقین ممبران جانچ ہونا چاہئیں کہ جو تبدیل مذہب کا بھی وعدہ کریں۔

بعد اسکے از خود حضرات علمائے اہلسنت نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ عہد نامہ میں یہ مندرج ہو کہ قبل از شروع جانچ فریقین کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کو اس امر کا اطمینان کرادے کہ در صورت مغلوبیت ہم سب علماء و دیگر حاضرین جلسہ کے مذہب فریق غالب اختیار کریں گے لہذا جب جلسہ جانچ شروع ہوگا تب ہم دستخط تبدیل مذہب کر دیں گے مگر اس وقت حسب اشارہ عہد نامہ دفعہ ۳ سناڑہ سمبڈرا کے متعلق بحث ہونا چاہیے اور یہ بحث چونکہ خارج از جانچ لہذا بلا دستخط تبدیل مذہب یہ بحث شروع ہونا چاہیے۔

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ یہ جلسہ واسطو جانچ تحریرات سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم صاحبان

منفرد ہو رہا ہے جیسا کہ اس عبارت سے بھی بخوبی واضح و روشن ہوتا ہے جو اس جلسہ کے دستور العمل کی پیشانی پر لکھی گئی ہے پس اس جلسہ کی کارروائی جب ہی شروع ہو سکتی ہے جبکہ تکمیل شرائط عدیانہ ہو جائے۔ یعنی فریقین اپنے علماء و دیگر حاضرین جلسہ کو دعوت منقولیت تبدیل مذہب کا وعدہ کرادیں اور چونکہ تحریر سجاد حسین صاحب ہینا طرہ سمیلہ کا ذکر بھی موجود ہے لہذا یہ مناظرہ اس تحریر سے خارج نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اس کا ایک جز ہے۔

بہت قیل و قال کے بعد آخر کو حضرات علمائے اہل سنت اپنی اس درخواست سے باز رہے لیکن جبکہ اب بغیر اسکے کوئی چارہ کار باقی نہ تھا کہ انہوں نے تحریر مولوی محمد قاسم صاحب کی غلطی کا اعتراف کرتے یا اس کی صحت پر ثبوت کر کے تبدیل مذہب کا اقرار کرتے اور یہ دونوں باتیں منظور نہ تھیں اس باعث سے نہایت افسوس کی بات ہو کہ حضرات علمائے اہل سنت نے اس قسم کا سلسلہ تقریر شروع فرمادیا جسکی نسبت ہم اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گے بلکہ ناظرین خود ہی دریافت کر لیں گے ہاں اتنا لکھنا ضروری کہ کے مواقع اس قسم کے آگے تھے کہ علمائے اہل تشیع نے اپنے قلمیں اور نیز دیگر شہکار و جلسہ کو بیت امن پسند اور تحمل مزاج ثابت کرنیکی کوشش کی اور خدا کا شکر ہے کہ اوسمیں کامیاب بھی ہو والا ممکن تھا کہ جلسہ میں ایک قسم کی برہمی پیدا ہو جاتی خاص کر حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کا جب بموقع طور پر ذکر کیا گیا تھا۔ الغرض جب مناظرہ سمیلائیہ کی درخواست غیر قابل قبول ثابت ہوئی تو حضرات علمائے اہل سنت کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ تم تبدیل مذہب کا وعدہ کرتے ہیں لیکن آپ کے تبدیل مذہب پر ہمیں کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے اسلئے کہ آپ کے مذہب میں تقیہ جائز ہے پس اگر اسوقت آپ نے تبدیل مذہب کا وعدہ کیا تو ہمیں کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اقرار تقیہ نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے مذہب اہل سنت قبول بھی کر لیا اور تمام عمر اپنے کو سنی ظاہر کرتے رہے تب بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ حقیقت آپ سنی میں اسلئے کہ آپ کے اسلاف سے یہ ہوتا آیا ہو کہ اپنے سنی ظاہر کرتے تھے اور باطن میں شیعہ تھے۔

علمائے شیعہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ ”آپ نے تقیہ کا جو نام لیا تو یہ بھی کچھ خیال کرنا چاہئے
تھا کہ تقیہ ہمارے مذہب میں کن اوقات میں جائز ہے یہ محل تقیہ کا نہیں ہے اسلئے کہ ہمیں
آپ سے اپنی جان وال کا کچھ خوف نہیں ہے آپ ہمارے حاکم نہیں ہیں نہ ہم ایسی حالت میں
ہیں کہ آپ حضرات سے ہمیں کسی قسم کا خوف ہو اور اگر آپ کو ایسا ہی اصرار رہا تو ہم یہ ثابت کرینگے
کہ تقیہ آپ کے مذہب میں بھی ہے نہ صرف آیات و احادیث سے بلکہ سیرت سلف اولوں
علمائے احوال سے جو آپ کے اکابر و معتبرین سے ہیں۔“

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ”خبوت میں بموجب آپ کے کہنے کے تقیہ دونو
مذہبوں میں ہر تو ایک فریق کو دوسرے فریق کے تبدیل مذہب پر کی طرح اطمینان ہو سکتی ہیں
سکتا لہذا پر ضرور ہے کہ عذابہ سے ایسی دفعہ کو خارج کر دیا جائے کہ جس کا وقوع بار بار آپ کے
قول کے بھی دشوار ہے۔“ (یعنی تبدیل مذہب)

علمائے شیعہ نے فرمایا کہ اس دفعہ کا وقوع پذیر ہونا آپ شواہد بیان کرتے ہیں ہمارے
نزدیک تو کوئی بھی شواہد نہیں ہے۔“

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ”بہر صورت اطمینان کیا ہو سکتی ہے؟“ علمائے
شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ”طرفین ایک تحریر اس امر کی لکھیں کہ ہم در صورت منسوبیت مذہب
مخالف اختیار کرینگے ایسا ہم سلمہ فریقین پر ہم اور آپ یہ لکھیں کہ ہم اس معاہدہ کے اجراء
مکمل پابند رہیں گے۔“

علمائے اہل سنت کی جانب سے کہا گیا کہ آپ کی تحریر کا ہمیں اعتبار نہیں ہے۔ اسی شام میں مولوی
محمد خلیل صاحب نے فرمایا کہ آپ امام غائب کا رقعہ منگادے دیجئے تو ہمیں اطمینان ہوئے۔“

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ امام عصر اور احوالہ الفدا کا ذکر اس موقع پر اور یہ
”افاظہ الملام سے کرنا اس کا مقصود بجز تعریف و برہمی جلسہ کے اور کچھ نہیں ہے اور مراسم
ادب و عود و موسیقی کے مخالف ہے جو طرفین سے قبل از شروع جلسہ ہو چکے ہیں۔“

علمائے اہلسنت کی طرف سے مولوی احمد علی صاحب غیر نے فرمایا کہ ”در حقیقت یہ کلام
نامناسب تھا لیکن معاف فرمائیے۔“

اس کے بعد تھوڑے عرصہ تک حضرات علمائے اہلسنت میں آہستہ الفاظ میں کچھ مشورہ ہوا اور
بعد اتفاق و تراضی اسی کے علمائے شیعہ سے فرمایا کہ ہمارے اطمینان کی یہ صورت ہے
کہ آپ ہم کو ایک تحریر اس مضمون کی لکھ دیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ در صورت معلومیت تبدیل
مذہب کرینگے اور یہی طریقہ ہمارے بیان اطمینان دلانے اور اقرار کرنے کا ہے۔“

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ہمیں یہ تحریر منظور و قبول ہو لیکن اس میں سے لفظ انحصار (یعنی
یہی) نکال دینا چاہیے کہ جو خارج از بحث اور غیر ضروری ہو۔“

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ لفظ کسی طرح خارج نہیں ہو سکتی۔“
علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ایک غیر ضروری اور خارج از بحث لفظ کے عدم خارج
پرایا اصرار کرنا بت ہی تعجب خیز امر ہے۔“

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم ایسے سفید پتھر میں کچھ خواہ مخواہ ایک غیر ضروری
لفظ کے بابت اصرار کرتے ہوں بلکہ اس لفظ سے ہمارا ایک مطلب ہے۔“
علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ خود آپ کے ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ سے ابجہ
کوئی خاص مطلب ہے پس ہم ایسے غافل نہیں ہیں کہ آپ کے اس مطلب پر نہ بھونچے ہوں
لہذا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ آپ کے مطلب برآری کے لیے ہم ایسی تحریر لکھ دیں کہ
جو خارج از بحث بھی ہے۔“

علمائے اہلسنت سے ارشاد ہوا کہ ہر کیا صورت اطمینان کی ہو۔“
علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ سب سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرفین سے حلفیہ اقرار
تبدیل مذہب کا ہو جائے۔“

علمائے اہلسنت کی جانب سے ارشاد ہوا کہ حلف کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ امت سے لوگ جھوٹے

حلف آنکھیا کرتے ہیں۔

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ عام حنفیوں کا ذکر نہیں کروں گا ہمارے حلف کا اعتبار ہے کہ نہیں ہے۔

علمائے سنیہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ ہمیں آپ کے بھی حلف کا اعتبار نہیں ہے۔

حضرات ناظرین! آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس جگہ کا شیعہ حاضرین پر کیسا اثر پڑا ہو گا

لیکن خوشی کی بات ہے کہ حضرات علماء شیعہ نے اس مقام پر بھی عقل سے کام لیا اور کوئی جواب

ترکی ترکی نہ دیا بلکہ یہ تک بھی نہیں کہا کہ جن لوگوں کی صرف ایک تحریر پر بھی چند منٹ پیشہ اظہار

اطمینان کیا گیا تھا اب ان کے حلف پر بھی نہ اعتبار کرنے کا کیا سبب ہے؟ اسلئے کہ تمام حاضرین

جلسہ پر یہ بخوبی واضح ہو گیا تھا کہ حضرات علماء اہل سنت کا کیا مقصد ہے اور ایسے ارشادات

کہ جو مناقض بھی ہوتے تھے کسے فراموش جاتے تھے الغرض چونکہ ظہرین کا وقت بھی آگیا

تھا اسلئے جلسہ ختم کر دیا گیا حضرات علماء اہل سنت نے جاتے وقت علماء اہل تشیع سے

مصالحہ کرنا چاہا علماء شیعہ نے بحال خندہ پیشانی و مباحثت مصالحہ و معانقہ کیا۔

انسروپس کے استفسار پر مولوی محمد قاسم و سید سجاد حسین صاحبان نے کہا کہ کل ہر جلسہ

بے صبح سے ہو گا علماء اہل سنت کے تشریف لیجانیکے بعد علماء اہل تشیع بھی

اپنے محل و در پر تشریف لیگے۔

دوسرے روز یعنی ۲۸ ماہ مجاہدی اثنانہ کو ہر حضرات علماء اہل سنت بظاہر غرض

شرکت حبیبہ تشریف لائے سید سجاد حسین صاحب غرض استقبال گئے لیکن چونکہ آج حضرات

اہل سنت کی طرف عوام الناس کی کثرت ۲۶ دین سے بھی مضاعف تھی اسلئے انسروپس نے

پہرہ نمائش کی اور کہا کہ آج چونکہ مجھے بوجہ کا خوف ہے لہذا سید سجاد حسین مولوی محمد قاسم

اپنے اپنے گروہ سے کسی فی اقتدار رئیس میرے سامنے اس امر کی ضمانت کر لیں

کہ اگر آج اس بستی میں مابین شیعہ و سنی کوئی فساد ہوا تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں اور بغیر اسکی

میں حبیبہ کی اجازت نہیں دیکتا سید سجاد حسین صاحب نے اسے منظور کیا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے

انکار کیا اور شام تک کسی شخص کو ضمانت کیلئے نہ پیش کیا اس جہت سے دوبارہ جلسہ نہ ہو سکا حالانکہ معاہدہ مرتبہ وسلم فریقین میں ایک یہ بھی دفعہ تھی کہ اگر سرکاری طور سے اس جلسہ کے انعقاد میں ضمانت کی جائے تو فریقین کو چاہیے کہ اس کے ذی ثروت و معزز اشخاص پورے طور سے حکام کا اطمینان کرادیں ہر چند بنا براس دفعہ کے سجاد حسین صاحب مولوی محمد قاسم سے بہت اصرار کرتے رہے کہ بطرح میں اپنے معززین ہم مذہب کی ضمانت کرانے پر آمادہ ہوں آئیو کبھی وسیطج آمادگی کرنا چاہیے لیکن کوئی مقبول جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے نہ دیا بلکہ ۲۹ مارچ جب مولوی منفعت علی صاحب بہراہ چندا ہی ہم مذہب طلبہ کے علمائے اہل تشیع سے ملاقات کرنے آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ دیگر حضرات علماء اپنے اپنے وطن کو تشریف بھی لے گئے اور خود مولوی صاحب بھی چلے گئے۔ علمائے اہل سنت کے تشریف لیجانے کے بعد علمائے اہل تشیع بھی مقام گوردلی میں جناب سید ابوالحسن صاحب قبلہ کے بیان اکر و زعمان رکھ کر رخصت ہوئے

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

ہم نہایت صدق دل سے ان حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنا دینی فرض سمجھ کر انتصار الشریعہ کی مختلف جہتوں سے اعانت فرمائی ہے شل عالیجناب ہزاہینس پرنس صاحب عالم جہان قدر مرزا محمد و احد علی بہادر انڈین اسپاٹر و عالیجناب سپر شوہ صاحب عالم مرزا محمد شمس الدین حیدر بہادر جناب مولوی سید شریف حسین خان صاحب شریف الطماجناب مولوی سید شریف حسین خان صاحب جناب مولوی مرزا رضا علی صاحب جناب نواب محمد باقر علیخان بہادر جناب نواب محمد علیخان بہادر جناب نواب قیصر مرزا صاحب جناب نواب محمد شفیع خان صاحب جناب نواب علی محمد خان صاحب پریسڈنٹ انجمن محمدی جناب سید حامد علی صاحب تعلقات جناب عجاز حسین صاحب جناب نواب نعمی حسن صاحب جناب مولوی سید باقر محمد صاحب تعلقات جناب حکیم سید علی الطہر صاحب مولف ذوق الفقار حیدر

جناب مولوی محمد رضا صاحب جناب سید آغا صاحب جناب شیخ محمد حسین صاحب
جناب محمد افضل علی صاحب ضروری حضرات وہین جنہوں نے صرف خریداری ہی منظور
نہیں کی بلکہ اپنے احباب اطیاب کو بھی اس رسالہ کا خریدار بنایا ہے اور بعض عالی مقام
توان میں ایسے ہیں جنہوں نے یہ غم فرمایا ہے کہ جب تک اس رسالہ کے
خریداروں سے ایسی اعانت نہ پہنچے گئے کہ جس کے باعث اس کی دائمی اشاعت کا
اطمینان ہو جائے اور وقت تک وہ تمام مصارف طبع وغیرہ اپنے ذمہ رکھیں گے۔

ہم اور ہمعصر کے شکریہ سے بھی باز نہیں رہ سکتے جنہوں نے بذریعہ اپنے
اخبارات کے انتقار الشیعہ کی اشاعت میں کوشش فرمائی ہے۔

ہدایہ الشیعہ

عرصہ ہوا اس نام کا ایک رسالہ بحوالہ نصیحۃ الشیعہ جز اول ہمارے دفتر میں
مراد آباد سے "ایک سید" صاحب نے ارسال فرمایا ہے تاکہ اس سے بھی ہمراہ
انتقار الشیعہ کے شائع کیا جائے، امر بھی عجیب حسن اتفاق سے ہے کہ اکثر
جس شہر میں کوئی تصنیف شیعہ کی رد میں اہلسنت کی طرف سے مولف و مشنر
ہوتی ہے اسی شہر میں اس کا جواب بھی لکھ جاتا ہے ہم سابق کے واقعات سے
قطع نظر کر کے صرف ہندوستان کے تھوڑے دن پیش حالات پر جب نظر ڈالنے
پہن تو متعدد اس کی نظریں نظر آتی ہیں ویکے تھنا عشر یہ جواب اہلسنت کے کتب مناظرہ
میں اعلیٰ درجہ کی کتاب شمار کی جاتی ہے اور باوصفیکہ اس کے متعدد اجوبہ ہو چکے ہیں
لیکن حضرات اہل سنت کو اس سے کچھ ایسی حسن عقیدت ہے کہ آج تک اپنے کتب
درمائل میں اس کے مضامین کو لکھتے رہتے ہیں جس زمانہ میں اس کتاب کو مولوی
شاہ عبدالغفر صاحب نے اپنا نام بدل کر دہلی سے مشنر فرمایا تھا اس وقت وہی نام
جناب حکیم مرزا محمد صاحب بٹالہ نے دہلی ہی میں کل ابواب تھنا کا جواب تحریر فرمایا۔

مشتی الکلام جب بڑی دہوم دام سے لکھنے سے شروع ہوئی اور اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسے لکھنے میں استفسار انجام فی ردی الکلام مولف ہو گئے غرض کہ اسی حسن اتفاق کا یہ اثر ہے کہ رسالہ نصیحت الشیعہ جو مراد آباد سے شائع ہوتا ہے وہیں اور سکا جو اب سہمی بسائیہ السنیہ بھی لکھا جانے لگا ہمارے پاس جو حصہ ہائیہ السنیہ کا آیا ہے وہ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں نصیحت الشیعہ کے جز اول کے جواب میں ہے کہ جسے اس کے محترم مولف نے نصیحت الشیعہ کے اشاعت کے پانچ ہی چار دن کے بعد تیار کر دیا تھا ہم اپنے عزیز دوست کو اس امر کی مبارکباد دیتے ہیں کہ نصیحت الشیعہ کے جواب میں تقدم کا سہرا انہیں کے سر رہا۔ اگرچہ انتصار الشریعہ میں جو جوابات نصیحت الشیعہ کے شائع ہوتے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ شائع ہوتے رہیں گے وہ شافی وافی ہیں مگر ہدایہ السنیہ کی جو دو مضامین و سلاست عبارت ہیں اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنے رسالہ میں اس کی اشاعت کے لئے جگہ نکالیں اور امید ہے کہ ہمارے ناظرین بھی اس سے بڑھ کر بہت معظوظ ہوں گے ہم کوشش کریں گے کہ جو جز اس رسالہ کا ہمارے پاس ہے آئندہ سے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے انتصار الشریعہ کے ساتھ شائع کریں اور نیز جو بعد اس کے موز مولف نے تحریر کیا ہے (اور جسے سب اسکے کہ ابھی پیشتر ہی کی تحریر نہیں شائع ہوئی ہے ہمارے دفتر میں نہیں ارسال فرمایا) اور جو آئندہ تحریر فرمائیں گے حتی الامکان ہم اس کی اشاعت کے لئے ضرور اپنے رسالہ میں گنجائش نکالیں گے۔ مناظرہ سیوان

اس مناظرہ کے جو حالات ہمیں موصول ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوا کہ شیعہ کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور جن بزرگوں کے لئے یہ مناظرہ منعقد ہوا تھا انھوں نے بطیب خاطر اپنا مذہب قدیم ترک کر کے مذہب مایہ قبول کیا تفصیلی حالات جو ہمیں پہنچے ہیں ان میں آئندہ کسی نمبر میں نذر ناظرین کریں گے

حکم فرمایا ہے وہ عام و مطلق نہیں ہے بلکہ نااہلون سے مخصوص ہے نفی کے
 خود پنجاب نے اپنی زبان اقدس سے اس امر کو تبصریح ارشاد فرمادیا جیسا کہ عبد اللہ اعلیٰ کی
 روایت سے ظاہر ہے اور ملا صالح علیہ الرحمہ نے بھی شرح کافی میں اس حدیث کی شرح
 میں ایسا ہی کلام فرمایا ہے چنانچہ ان کے ارشاد کا ترجمہ و تفسیر یہ ہے کہ مراد امام
 علیہ السلام کی یہ ہے کہ جو شخص چھپاے اس دین کو اور محفوظ رکھے نااہل سے اور اس
 جس کا حال معلوم نہ ہو تو عزت دیکھا اور سے خدا دنیا و آخرت میں اور جو ظاہر و افتکار سے
 اس سے دلیل کر لیا دو جہان میں بسبب مواخذہ و عذاب کے لکن جس شخص کا حال امانت
 و حفظ میں معلوم ہو اس میں کتمان ضرور نہیں ہے جیسا کہ دلالت کرتی ہے اسپر عبد اللہ اعلیٰ کی
 وہ روایت جو مذکور ہوئی ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے نیز دلالت
 کرتا ہے اس پر ارشاد امیر المؤمنین کہ اطمینان ہر شخص پر قبل امتحان کے دلیل عجز ہے مراد اون
 جناب کی ممانعت سے ممانعت ہے اطمینان اعتماد و اظہار رائے کرنے سے کسی شخص کے
 دوسرے پر قبل آزمائش کے اس لیے کہ اخلاق و سیرۃ از قبیل حسد و کفر و اعتقاد خلاف حق اکثر
 لوگوں پر غائب ہیں عبد اللہ اعلیٰ کی جس روایت کا ذکر ہوا ہے یہ ہے -

کہا عبد اللہ اعلیٰ نے کہ میں نے سنا امام جعفر صادق علیہ السلام عن عبد اللہ اعلیٰ قال سمعت
 کو یہ فرماتے ہوئے کہ نہیں ہر ہمارا امر کی برداشت ہے ابا عبد اللہ یقول نہ لیس من احوال
 فقط او سکی تصدیق کرنا اور اسے قبول کرنا ہمارا امرنا التصدیق لہ والقبول فقط
 امر کی برداشت سی ہی او سکا پوشیدہ کرنا اور محفوظ کرنا من احوال امرنا سترہ و صیانتہ من
 نااہل سے

غیر اہلہ (اصول کافی صفحہ ۲۸۶)

شراح موصوف اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے صیح کیا جاتا ہے
 روایات مختلفہ میں پس جس حدیث نے کتمان پر دلالت کی وہ حمل کیجا ایگی نااہل سے
 کتمان پر اور جس نے اعلان پر دلالت کی حمل کیجا ایگی اہل سے اعلان پر غرض کہ خود امام

کہا کہ سلیمان علیہ السلام نے جو شخص اس میں کو چھپا دے گا اس کا سکہ عزت دیا اور جو کوئی اس میں کچھ لکھا ہرگز بگاڑے گا
 انصار الشریعہ نمبر ۲ جلد ۱
 ۳۳
 باب۱۰۴ فی تفسیر شریع

جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت نے جو سلیمان سے کتمان کی تفصیلت بیان فرمائی تھی اس سے وہی مقصود تھا کہ اہل سے کتمان کرنا چاہیے آری اب انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایت بھی انھیں امام سے مروی ہے جسے سلیمان والی روایت جسے جناب مخاطب نے نقل کیا ہے اور اسی کتاب کافی میں بلکہ اسی باب الکتمان میں جس میں سلیمان والی روایت ہے بلکہ جس ورق کے پہلے صفحہ کے آخر میں وہ مندرج ہے اسی کے دوسرے صفحہ کے سرے پر یہ مندرج ہے چنانچہ صفحہ ۴۸۵ سطر ۱ پر سلیمان الی روایت ہے اور صفحہ ۴۸۶ سطر اول پر وہ ہے جو عبد الاعلیٰ سے مروی ہے لیکن جناب مخاطب نے پہلی روایت کو نقل کر کے اس کا یہ مطلب اپنے ذہن میں قرار دیدیا کہ کسی وقت اور کسی حالت میں امر حق کو نہ بیان کرنا چاہیے اور دوسری روایت سے جو اس کی سبب تھی بالکل حسم پوشی فرمائی اور قاعدہ مشورہ حمل المطلق علی التقييد ونیز الحاشیہ یفسر بعضہ ببعض کا بھی مطلق خیال نہ فرمایا اور عوام الناس میں غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے حدیث کا وہ مفہوم ظاہر فرمایا جو کچھ صحیح نہیں ہو سکتا۔

الحاصل جبکہ یہ واضح ہے کہ سلیمان کی روایت میں جسے مخاطب صاحب نے نقل فرمایا ہے جو کتمان کا حکم امام علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ عام نہیں ہے بلکہ نااہل و منحوس پر پیش ایسی حدیث پر اعتراض کرنا خود امام کرام پر اعتراض کرنا ہے اس لیے کہ کتب حضرت اہل سنت سے بھی یہ ثابت ہے کہ امام علیہم السلام نااہل و منحلون سے کتمان فرماتے تھے چنانچہ علامہ عبد الوہاب سبکی طبقات شافعیہ ترجمہ امام بخاری میں لکھتے ہیں کہ جب امام صاحب کے نزدیک تلفظ بالقرآن کا مخلوق ہونا صحیح تھا تو انھوں نے اپنے اس مذہب کو ظاہر ہونے لکھا یہ تحریر فرماتے ہیں۔
 اور نہ ہر علم بیان کیا جاتا ہے پس یاد رکھو جو میں نے نہیں
 بتاتا ہوں اور اوسے دونوں اوسے مضبوط تھا مواد پسند
 آتے ہیں مجھے وہ اشعار جو غزالی نے مناجات العابدین میں
 وانیس کل علم یفصم بالحفظ
 ما تلقی اللیلک واستد علیہ یذکر
 وبعینہ ما انشدہ العزالی منہا العابد

کتابخانه جامعہ اسلامیہ
 لاہور

۱۰ سکونت درجہ کبھی حق کو زبان پر نہ لانا چاہیے جو کوی تو ناحق بناؤ چھوڑ دے حق کو تو غرض علیٰ ہر حال ہر حال کے لئے

انتقال الشریعہ نمبر ۲ جلد ۱

۲۴

ابتداء نوبر ۱۹۳۳ء

بعض اہلیت کے نقل کئے ہیں (ماحول شمار) بعض اہل البیت سے
 ضرور میں اپنے علم کے بواہر کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ اہل
 حق کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے بہت سے علم کے جبریلے
 ہیں کہ اگر انھیں ظاہر کروں تو مجھے بت پرست
 کہا جائے۔ اور ضرور حال سمجھیں میرا خون صلیحا
 لوگ کہ جو اپنے قبیح ترین افعال کو حسن سمجھتے ہیں
 اور پیشتر سے علی نے اس کو امام حسین
 فرمادیا تھا اور امام حسین سے پیشتر امام حسین
 وصیت کر دی تھی۔

ان اشعار آبدار سے کہ جنہیں اکابر علماء اہلسنت نے نقل فرمایا، جو بخوبی ظاہر ہوتا ہے
 کہ امام علیہ السلام کا یہ دستور العمل رہا ہے کہ اہل بون سے امر حق کو مخفی فرماتے تھے
 اور علامہ سبکی نے امام کے اس عمل کو اپنے امام بخاری صاحب کے کتمان اور تقیہ کی
 عمدگی کے اظہار میں رقم فرمایا ہے پس باوصف اسکے کافی کی اس حدیث پر حسین بن ابی الوثر
 کتمان کی فضیلت بیان ہوئی ہے مخاطب صاحب کو خشک زبانی کرنا کی طرح زیبا نہ تھا۔

تو کہ کبھی امر حق کو انہم قوننا سلیمان والی روایت نقل کرنے کے بعد یہ اشعار نقل کرنا اس امر پر
 دلالت کرتا ہے کہ اسکا اور روایت کا مطلب متحد ہے اور گویا مفہوم روایت کو نظم میں لایا گیا ہے
 لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ روایت مذکورہ کے کس فقرہ سے مخاطب صاحب نے یہ مطلب
 نکالا ہے کہ کبھی امر حق کو زبان پر نہ لانا چاہیے اور اگر کوئی حق پوچھے تو اس سے ناحق
 بتایا جائے روایت کی کوئی لفظ بھی تہیہ دہیشتگی م پر دلالت نہیں کرتی اور نہ کسی لفظ سے
 یہ پیدا ہوتا ہے کہ عموماً طالب حق کو غیر حق و باطل کی تعلیم کرنی چاہیے مخاطب صاحب نے
 محض عوام کی دہو کہ دہی کے لیے یہ تحریر فرمایا ہے روایت کا کی طرح یہ مطلب نہیں ہو سکتا

روایت کا صرف یہ مطلب ہو کہ دین کو نابالوں سے پوشیدہ کرنا باعث عزت اور اونپر اظہار کرنا باعث ذلت ہے لیکن اس باب میں ہم مخاطب صاحب کی کیا شکایت کریں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی حمید علی صاحب نے بلا دلیل و برہان یہ دعویٰ فرمادیا کہ بنابر اصول اہل تشیع امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کے علاوہ دیگر ائمہ معاذ اللہ علیہم السلام حقیق کو زبان پر پھینک لائے چنانچہ مولوی صاحب موصوف اپنی مشہور کتاب یعنی منتہی الکلام بحث تفسیر علی بن ابراہیم میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق سلام اللہ علیہما کی ایک جگہ فرماتے ہیں۔
 ”حرفی بر زبان این حضرات خلاف نفس الامر گذشتہ بجات اللہ و دیگر معاذ اللہ
 بر اصول مدین و لائے البیت طاہرین مدۃ العمر علی کراشہ و در الدہور باظہار
 حق آشنگشتہ عندہ (در کو منتہی الکلام مسکات ثانی صفحہ ۲۰۰)

قول صاحب نصیحتہ الشیعہ

علمائے شیعہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کے لیے صرف محبت کافی ہو یہی ایمان ہی یہی عمل ہے ناز و زہ کی بھی ضرورت نہیں ایسی وہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوٹہ شیون اور طعن صحابہ کے اور کچھ بھی نہیں سکھاتے کافی کی کتاب روضہ میں یزید بن معاویہ سے روایت ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام وھل الدین فرمایا امام باقر علیہ السلام نے نہیں ہو دین مگر محبت ایک
 الا احب ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور دین کا یہ کہہ کر
 فقال یا رسول اللہ احب المصلین لا میں نہاؤں کو دوست رکھتا ہوں مگر خود نماز نہیں پڑھتا اور زہ
 اصلا و احب الصومین ولا الصوم اور انکو دوست رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں کرتا تو رسول اللہ
 فقال لا رسول اللہ انت مع مریضین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو انہیں کے ساتھ ہو جنکو دوست کہتا ہو۔
 ۱۰ فروع کافی جلد ۳ کتاب روضہ مطہرہ مکتوبہ ۲۰۰ یزید بن معاویہ فاق حسین

نہیں بلکہ حضرت عباس علیہ السلام شیعہ کو بلا کا پوتا ہے

قولنا ہمارے عزیز مخاطب نے اس حدیث کی نقل میں ایسا غلطی درج کی جس کی صحت فرمائی ہو غالباً
 ان کے ہم مذہب حضرات کے کتب میں اس کی نظیر مشکل سے مل سکیگی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ
 اس صحت میں ایک حد تک مجبور بھی ہیں اس لئے کہ اگر حدیث کو بحال نقل فرمادیتے تو ایک
 عامی کے نزدیک بھی یہ مضمون حدیث پر اعتراض کرنا سراسر قرآن پر اعتراض سمجھا جاتا اسلئے
 کہ جس امر پر انھوں نے اعتراض کیا ہو اوسیکو امام علیہ السلام نے آیات قرآنیہ سے
 مستند فرمایا تھا اور کلام خدا سے اپنے ارشاد کے شواہد بیان فرمائے تھے پس اگر مخاطب صاحب
 درمیان حدیث سے اُن آیات کو حذف کئے بغیر مضمون حدیث پر اعتراض کرتے تو وہ
 شخص بھی جسکی معلومات صرف نصیحتہ الشیعہ تک محدود ہوتے اور اسو اصل کافی کو نہ دیکھا ہوتا
 ضرور یہ کہہ اٹھتا کہ صاحب یہ تو قرآن پر اعتراض ہو لکن چونکہ جناب مخاطب کو اس حدیث پر
 اعتراض مانا تھا لہذا ضرور ہوا کہ حدیث کی آیات قرآنیہ کو حذف کر دیا جائے مگر ہمارے سادہ
 لوح مخاطب کو یہ کیا خبر تھی کہ اُن کی صناعی چہی نرمیگی اور ان کے وہ ہم مذہب
 حضرات جنہوں نے شاید ان کے اعتراض کو پسند فرمایا ہو گا وہ بھی جب اصل حقیقت سے
 واقف ہو جائیں گے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ مخاطب صاحب کے حق میں کیا فرمائیں گے۔

اب ہم پہلے اصل حدیث نقل کرتے ہیں اُس کے بعد کتب معتبرہ حضرات اہل سنت سے
 یہ ثابت کرینگے کہ مضمون حدیث کی صواب ہو کہ جسکے بعد تمام اُن اعتراضات کی
 غیر واقعیت روشن ہو جائیگی جو حدیث پر کیے گئے ہیں اور ہر شخص دریافت کر لے گا
 کہ کلام امام علیہ السلام پر جو صاحب معترض ہیں وہ اپنے بیان کے کتب مشہورہ سے کس درجہ نااہل
 زان بعد برائے مزید تنبیہ و افہام خاص کر اوس عبارت کے ہر ہر فقرہ کا بالاختصار جواب دینگے
 جو نقل حدیث سے پیشتر مخاطب صاحب نے رقم فرمائی ہو اگرچہ بعد ثبوت صحت مضامین حدیث

اسلئے اگرچہ خود منشی کلام غیر مبین جسدہ نقل میں صنایع و بدائع فرمائے گئے ہیں وہ اُن کی نظر میں چٹائی نہیں ہیں کھن ایک مطبوع
 کتاب سوا دیکھے صفحہ کا حوالہ دیکر روایت نقل کرنا اور دوسرے ایسی دستکاری فرمائیے غالباً مخاطب ہی کا حصہ ہے ۱۰

اوس عبارت کے تمام مضامین از خود باطل قرار پا جائیگے۔

برید بن معاویہ کہہ کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے چہرے میں حضرت کے
اوس خیمہ میں تھا جو بنی مین منسوب تھا اور حضرت نے زیادہ سود کو دیا کہ اگر وہ
پیرا دینے قابل نہ ہو تو حضرت نے اوس پر رحم کیا اور فرمایا کہ چہرہ پرانہ کو
جو اس وقت کو یاد دہانے عرض کی کہ میں نے ستر غریب پر اسلمی اکثر افرین پیادہ
چلتا تھا چہرے پر اوس پر رحم کیا اس حالت میں دیکھا کہ میری گناہوں پر نازل
ہوا ہوں (یعنی قریب تھے کہ میری گناہوں پر نازل ہو جائوں) یہاں تک کہ جب ان کے
میں نہ رہیں ہاں کہ ارمین متلائے جمع کا اگر قریب ہوں کہ گناہوں پر نازل
کرتا ہوں آپ حضرت کی محبت کو پس یہ نجات کرتا ہوں (یعنی ذکر کرتے ہوئے نجات النجاة و
ارکتاب فی نوب بسبب محبت کے) اور دور ہو جاتے ہیں گناہ
جس کو دینی افکار کتاب کی خوشناتی جتنی ہی ہے پس امام علیہ السلام
نے فرمایا کہ اور نہیں ہو دین مگر محبت کا اندر تعالیٰ نے محبوب کیا
تھارے لیا گیا اور نیت یا اوس کو تھارے دونوں اور کہا اگر تم دوست
رکتے ہو اللہ کو پس ثابت کر دینی کہ دوست رکھو تمہیں اللہ
اور کہا دوست رکھو تمہیں (یعنی مومن) اوس کی طرف
ہجرت کی تحقیق کہ ایک شخص سات ماہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھیں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہم نے جس باعث سوا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھیں مین سنتی نماز روزہ کے معنی یہ ہے کہ اس شخص نے دن کو کوئی محبت کا ذکر کیا ہو
جو سنتی نماز روزہ بجالاتے ہیں اور اسی لئے لفظ صومین کہا کہ جو مبالغہ کے لئے ہے پس ضرور ہو کہ صومین کو وہ لوگ کہ صومین
جو سنتی روزہ رکھتے ہیں اس لئے کہ جو لوگ صرف وہی ذکر کرتے ہیں وہ صومین کا مطلق نہیں ہو سکتا اور جو کہ صومین کے ساتھ
صومین کا ذکر کیا ہے اس صومین سے بھی ہی لوگ مراد ہیں جو کہ سنتی نمازین پڑھتے ہوں اور جو کہ صومین باب فرماتے
کہ جس سے مبالغہ کا صیف نہیں بن سکتا اس لئے مبالغہ کے معنی ظاہر کرنا کہ صومین پڑھنے کا معنی داخل کر دیا ہے پس سنتی

حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں دن لوگوں کو جو سنتی فقال یا رسول اللہ احب نمازین پڑھتے ہیں دوست رکھتا ہوں اور خود سنتی المصلین ولا اصلے واحب نمازین پڑھتا اور دن لوگوں کو جو سنتی روزی کرتے ہیں دوست الصوامین ولا اصوم رکھتا ہوں اور خود سنتی روزے رکھتے ہیں کتابی کے اہل فقال لا رسول اللہ صلی اللہ فرمایا کہ تو ادا کی ساتھ ہوگا جنہیں تو نے دوست رکھا اور تمہارے فائدہ مند ہوگا وہ اعمال جنہیں تو نے کتاب کیا اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو اور کاہیکارا دہ کر رہے ہو ما تبغون وما تريد من اما انھا آگاہ ہو کہ ضرور آرزو آسمانی ہوگا (یعنی نفع صور یا زراہ تو کانت فرجاً من السماء فرج ساعت) تو پناہ لیجا ئی ہر قوم اپنی جائے امن کی طرف اور اکل قوم اپنی مامنہم وفرع الی پناہ لیجا ئی گئے ہم اپنی کی طرف در تم ہماری طرف - فبینا وفرع الینا -

ناظرین نظر عبرت ملاحظہ فرمائیں کہ ہمارے ذیل شعور مخاطب نے اصحیث کی نقل میں کہیں بھی تحریف اور تصحیح فرمائی ہیں اول تو لفظ فقال کو قال سے بدل کر دیا اور غالباً یہ اسلم کیا ہے کہ نصیحۃ الشیعہ کے نادان ناظرین یہ باور کر لیں کہ اصل حدیث میں سے شریع ہوئی ہے اور اس قول کو ماقبل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اگر فقال لکھو تو ادا کی ترجمہ میں بجائے فرمایا پس فرمایا لکھنا پڑتا اور اس سے صاف معلوم ہو جاتا کہ حدیث کی ابتداء میں سے نہیں ہے بلکہ امام علیہ السلام کا یہ قول کسی پیشینہ کلام سے تعلق رکھتا ہے، لیکن میں اس امر کی کچھ شکایت نہیں ہے کہ مخاطب نے روایت کا ابتدا کو حصہ کیون حدیث کر دیا بلکہ ہم یہ دریافت

صاحب پس سنتی نماز روزہ کے بجا لائیوں کی محبت کا ذکر بہت روشن قریب اس امر پر ہے کہ اس شخص نے جو اپنے صوم و صلوٰۃ کے ترک کا ذکر کیا ہے اس سے مراد سنتی نماز روزہ نہیں دوسرے رسالت علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ تیرے لئے نافع ہوگا وہ کہ سب سے تو نے کتاب کیا ہے صاف اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ شخص اعمال فاجد بیکار عالم ہے پس گویا مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہے کہ عذاب سے بچنے کے لیے تودہ اعمال (یعنی وہی نماز روزے) میں جنہیں کتاب کیا ہے اور دوسرے چیزیں غافل ہونے کے لیے کہ جو سنتی نماز روزہ بجا لائیوں کا ہے دن لوگوں کو محبت رکھنا کہ جو جب فی اللہ ہے بہت اچھا ذریعہ ہے اس لئے

کرتے ہیں کہ قتال کو قال و محرف کر کے فرمایا، ترجمہ کیوں کیا گیا ہے۔ بعد اسکے ہل الدین کا الحب کے بعد جو تین آیتیں امام علیہ السلام نے اپنی اس ارشاد کے تائید میں فرمائی تھیں اور ان سب کو درمیان سا قلم کر دیا آفرین ہو اس لیری اور جو افریدی پر بعدہ امام علیہ السلام نے جو حدیث جناب التائب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان فرمائی تھی اوسکے آخر کا فقرہ دینی لکھا (ما اکتبت) کو سا قلم کر دیا اور اوسکی وجہ بھی ظہرین کو رسالہ ہذا کے صفحہ ۲۸ کے حاشیہ پر نظر کرنے سے بخوبی معلوم ہو جائیگی اب واضح ہو کہ مخاطب صاحب نے اس روایت کے دو حصوں پر اعتراض کیا ہے ایک تو امام محمد باقر علیہ السلام کے اس ارشاد پر کہ ہل الدین کا الحب اس پر اعتراض ہے کہ دین فقط محبت کا نام کیوں قرار دیا ہے دوسرے اس حدیث رسالتاً پر جو امام محمد باقر علیہ السلام نے اس روایت میں اپنی ارشاد کی تائید میں ذکر فرمایا ہے اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز روزہ کی کچھ ضرورت تھیں یہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں کی نسبت علیحدہ علیحدہ کلام کریں۔ ارشاد امام علیہ السلام (دینی ہل الدین کا الحب) پر جو کچھ مخاطب صاحب نے ایراد و اعتراض فرمایا ہے اوسکے جواب کی اگرچہ چند ان ضرورت ہم اسلئے تھیں پاتے ہیں کہ بظاہر یہ اعتراض کے بطلان کو وہ خود تسلیم کیے ہوئے ہیں کیونکہ اگر اپنے اعتراض کو باطل تھیں سمجھتے تو کیا وجہ تھی کہ امام علیہ السلام نے اپنے ارشاد کی تائید میں جو آیات بیان فرمائی تھیں انہیں حذف کر دیا پس جناب مخاطب کا ان آیات کو سا قلم کر دینا شاہد عدل ہے اس پر کہ اوسکے نزدیک بھی ضروریہ آیات مؤید قول امام علیہ السلام ہیں لیکن چونکہ ان محض تخریج عوام مد نظر ہے اسلئے ایسے کلام صدق و ہدایت نظام پر کہ جو مستند آیات ملک علام ہے بے سربا اعتراض کرتے ہیں کج خبکہ باطل و غیر واقع ہونے میں خود بدلت کو بھی کچھ شک تھیں یہ لیکن برائے مزید افہام و تبیین ہم ان آیات سے قطع نظر کر کے خاص کر کتب معتبرہ حضرات اہلسنت سے یہ ثابت کئے دیں کہ ارشاد امام علیہ السلام کیسا بجا و درست ہے مگر پہلے یہ دریافت کر لیا جائے کہ مخاطب صاحب نے جو اس ارشاد کا یہ مطلب نکالا ہے کہ دین فقط محبت کا نام ہے یہ محض اونی

ماورائیت کا نتیجہ ہے اور ایک روشن دلیل یہ اسکی کہ وہ علم عربیت اور اسکی متعلق سب بالکل نا آشنا
 ہیں اس فکر کا مطلب یہ ہے کہ محبت اصل اصول و جزاء عظیم دین ہے اور کلہ الا سے جو قصہ کیا گیا ہے
 یہ بڑیل مبالغہ و ادعا ہے اور جو لوگ زبان عرب کے ماہرین بلکہ جنہوں نے مختصر سنی بھی پڑھیں
 وہ بھی جانتے ہیں کہ قصہ کی دو تہیں میں ایک تحقیقی دوسرا بڑیل مبالغہ و ادعا مثلاً ما فی الدار کا زید
 (نہیں ہے گھر میں کوئی بجز زید کے) اگر یہ کلہ ایسی موقع پر استعمال کیا جائے کہ حقیقت گھر میں بجز زید کے
 کوئی اور نہ ہو تو اسے قصہ تحقیقی کہیں گے اور اسی فکر کو ایسی محل پر بھی کہتے ہیں جبکہ علاوہ زید کے
 اور بھی کوئی مکان میں موجود ہو لیکن مثل زید کے قابل اعتناء و مغر زید ہو اور یہ قصہ بڑیل مبالغہ و
 ادعا کہا جاتا ہے اور بنا برین ما فی الدار کا زید کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ گھر میں علاوہ زید کے
 بھی کوئی شخص یا اگر اشخاص موجود ہیں لیکن سب میں افضل و قابل التفات صرف زید ہے
 اور ہل الدین اگر کچھ ہیں بھی جو دین کو محبت میں منحصر و مقصور کیا ہے یہ بھی قصہ کی دوسری
 قسم سے ہے کہ جو بڑیل مبالغہ و ادعا ہوتا ہے اس فکر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ درحقیقت میں
 فقط محبت کا نام ہے بلکہ اسکا مفہوم حقیقی یہ ہے کہ اگرچہ دیگر امور بھی ہیں مگر داخل ہیں لیکن محبت
 جزو اعظم و اصل الاصول دین ہے۔

اگر مخاطب صاحب کے اس بیان تحقیقی کو تسکین خاطر نہ تو ہم الزام یہ کہیں گے کہ
 ذرا سورہ نخل کی اس آیت کی تلاوت فرمائیے انا حرم علیکم البیتہ والدن و الحما و الحذر
 و ما اهل بہ لغیر اللہ من اصطر غیرہ باغ و لا حد فلاح علیہ السلام غفور رحیم
 اور لفظ کیجئے کہ میں شاید مجرمہ کا اس آیت میں حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور پھر انا داخل ہے
 اسے اگر کسی صاحب کو اپنی عالی ہی وجہ سے پیدا ہو کہ کلام نامہ میں مبالغہ کیا تو ہم دیگر یہ دو قلع نظر کر کے صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں
 کہ ہم میں کہنا یہ تصریحات کا یہ علما و اہلسنت و جمہور محبت کے باہرین حضرت رسالت پناہ صلوات اللہ علیہ و آلہ و سلم
 علیہم اجمعین پر جاری شریعت کے کمال کا نام ہے اس کی شرح میں لا یومن احدکم حتی یحکم لہ فیما یحب لنفسہ فرماتے ہیں فاقبل فیہم
 ان یکون من جملة یہ ہذا الخصلۃ یکون مومن کا مادہ ان لہ بالذات حقیتہ ہاں کہ ان اسباب سے ہوا و خرمورد
 بالمبالغۃ و فیہ الباطل و اس کے ما فی الدار کا زید میں تصرف الی الوست ہوا و ہل الدین کی محبت اور سوائے الی الصفحہ

جو اسکے قائل ہیں کہ کلمہ انما صبر کے
لے ہے انھوں نے اتفاق کیا ہے
اس پر کہ ضرور ظاہریت اسکی مقتضی ہے کہ
یہ حرام ہو کچھ سوائے ان اشیاء کے
لیکن ہم جانتے ہیں کہ ضرور شریعت میں
دیگر اشیاء علاوہ انکے بحرات سے
بہت ہیں ہو گا کلمہ انما صبر کہ ظاہر عمل میں -
(مفتاح الغیب چار پر مجلد دوم صفحہ ۱۲۹)

پس جبکہ کلام انما باوجود مفید حصہ ہونے کے عمل میں متروک الظاہ فرض کیا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اہل الدین الا احب میں بھی ہم حصہ کو متروک الظاہ فرض کریں حالانکہ اس فرض کی ہمیں کچھ ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ باوجود حصہ ہونے کے بھی کلام امام علیہ السلام درست بلکہ درجہ بلاغت پر فائز ہے۔ انرض اس بیان سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ امام علیہ السلام نے جو دین کو محبت سے تعبیر فرمایا ہے اس سے فضیلت محبت بیان کرنا مقصود ہے اور یہ کہ محبت جزو اعظم دین ہے۔

اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دین کو محبت کہنا بیشبادت احادیث کتب معتبرہ
حضرات اہلسنت بجا و درست ہے اس لئے کہ اکثر احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف
محبت ہی محکم ترین عہدہ کا ایمان ہے اور محبت ہی ایسی اصل اصول بنی ہے کہ جب تک یہ متوافقت

صدم کمران از نوصرتو بنین قصه را بسبیل مایه اندازد و اعلاستغفار بر اثبات منتحق بر (و کیستول منتحق تفتازانی باب القصة فی ۱۹۰۱ اوراد کوکوشی)

تک ایمان ہی نہیں حاصل ہوتا اور نہ کوئی عمل قبول ہوتا ہے۔

چنانچہ فتح الباری میں بروایت بزار منقول ہے اوثق عری الايمان المحب في الله
والبغض في الله يعني فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کہ محکم ترین گوشہاں سے رسن ایمان حب فی اللہ و بغض
فی اللہ ہے اور شکوۃ شریف کے باب المحب فی اللہ و من استکفی نفس ثانی میں ابن عباس سے
مروی ہے۔

کما ابن عباس کے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ عن ابن عباس قال قال رسول الله
ﷺ سلم نے ابوذر سے کہ ای ابوذر کون گوشہ گوشہاں سے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اباذر
رسیمان ایمان سے محکم تر ہو ابوذر نے عرض کیا کہ اللہ اور ای غری الايمان اوثق قال الله ورسوله
اوسکار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موالاة فی اللہ و الحب
و حب فی اللہ و بغض فی اللہ روایت کیا ہے اس فی اللہ و البغض فی اللہ رواه البيهقي
حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ فی شعب الايمان

نیز فتح الباری شرح کتاب الایمان صفحہ ۲۶ میں مروی ہے لا یجمل العبد صریح الايمان
حتى یحب الله و یبغض الله یعنی نہیں پاتا بندہ خالص یا کونما انیکہ محبت رکھو خدا کے
لے اور دشمن رکھو خدا کے لئے اور شکوۃ شریف کے کتاب الایمان کی فصل اول میں
بڑا ایت صحیحین منقول ہے۔

انس مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ عن انس قال قال رسول الله ﷺ لا
ہو تاکوی تم میں سے تاکو انیکہ میں محبوب تر ہوں اوکے یوم من احکم حتی کون احب الی من والدہ
نزدیک اوکے باب و ربیئے اور تمام لوگوں سے۔ و ولدہ والناس اجمعین متفق علیہ
اور مولوی شاہ عبدالغزیز صاحب دہلوی نے جس روایت کے ناقلین میں بیہقی
و ابو الشیخ و دیلمی کے ہونے کو تسلیم فرمایا ہے۔

۱۔ دیکھو فتح الباری مطبوع دہلی جز اول شرح کتاب الایمان صفحہ ۲۶۔

فرمایا رسول خدا نے یمن میں ہوا کوئی تائید کہ میں
محبوب تر ہوں اور سزا دیکھ دسکی جان اور ہجرت کے لایوں میں احد حتیٰ کون احد الیمن نفس
سیرے محبوب تر اور سزا دیکھ دسکی جان سے۔ [وکیون عمر قی حب الیہ من نفسہ
اور کتاب صراط سوئی فی مناقب آل ابنی مالیف محمود بن محمد الشافعی القادری میں مروی ہے
فرمایا رسول خدا نے قسم کو مجھ کو خدا کی کہ میری جان جو بقصد یمن میں کہیں والدی نفسے بیدہ لا
سوزن تا کوئی بندہ تائید دوست کو مجھ کو اور یمن دست کتا ہو مجھ کو تائید کہ یمن میں عبد حتیٰ محبہ و لا
دوست رکھے میری ذریت کو
یجی حتیٰ محبہ ذوے

اور صاحب مفتاح النجاة نے کہ جو افلاک علمائے امت سے یمن میں سے بروایت امام
حسین علیہ السلام یہ حدیث نقل فرمائی ہے

فرمایا رسول خدا نے اگر کوئی بندہ عبادت خدا کرے [قال لو ان عبد الله مثل ما اقام
اتنی مدت کما اقامت کی تھی نوح نے اپنی قوم میں نوح فی قومہ وکان له مثل احد
اور جو اس جگہ کے لئے مثل کوہ احد کے سوا پس خرچ ذہبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد
کرتے اور سے راہ خدا میں در زیادتی لیا و اولی عمر بن انکم فی عمرہ حتیٰ یحج الف عام علی
حج کرے ہزار سال پیادہ پر قتل کیا جائے مظلوم ہو کر قد میہ ثم قتل مظلوما بین الصفا
در میان صفا و مروہ کے پہرہ دوست رکھا ہو تحین والروہ ثم لم یوالک یلع لریثم
اے علی تو نہ سو گویا کو جوخت اور داخل ہو گا و یمن راحۃ الجنة ولم یدخلها

اور جبکہ یہ ثابت ہو اگر محبت ایسی خیر اعظم دین ہو کہ بغیر اس کے ایمان دین حاصل ہی نہیں
ہو سکتا پس نابین دین کو محبت کہنا بھی صحیح ہے نہ کہ وجہ باغث میں داخل ہو گا اسلئے
کہ قسمیۃ الشیء اسمیۃ خیرہ (یعنی کسی شے کا وہ نام رکھنا جو اس کے کسی خیر کا ہو) ایک مشہور
سلسلہ علم بیان کا ہو اور کلام عرب میں بہت شائع و ذائع ہو اور اسی سلسلے سے قولی حق تعالیٰ

فلک رقبہ (آزاد کرتا رہو گا) دیکھو یہاں انسان کو رقبہ (یعنی گردن) سے تعبیر کیا ہوا ہے اس لیے کہ وہ جزو اعظم بدن انسانی ہے پس اسے طرح دین کو محبت سے تعبیر کرنا بھی صحیح و درست ہوگا اس لیے کہ محبت جزو اعظم دین ہے اگرچہ دیگر وجوہ بھی مثلاً امام علیہ السلام کی حقیت کے موجود ہیں لیکن ان کو بخیاں طول و نیز اس باعث سے ہم ترک کرتے ہیں کہ ایک ایسا امر ہے (یعنی دین کو محبت سے تعبیر کرنا) اور یہ کہنا کہ دین محبت کا نام ہے (کہ جو علمائے اہلسنت کے نزدیک بھی مسلم ہے) اور وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ دین محبت کا نام ہے چنانچہ قدوۃ المحققین مولوی محمد سالم صاحب بخاری نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت سے پوچھا کہ اصول ایمان میں ملاجی صاحب کی کتاب سلسلہ ادہب سے یہ اشعار نقل فرمائے ہیں۔

دشمن خصم بے گال و یم
رسم معروف اہل عرفان ست

دوستدار رسول آل و یم
این نفع ست محض ایمان ست

پس جو وقت کہ علمائے حضرات اہلسنت کا بھی یہی قول ہے کہ دین و ایمان محبت کا نام ہے تو جناب مخاطب کا امام علیہ السلام کے اس ارشاد پر اعتراض کرنا جہنم دین کو محبت سے تعبیر فرمایا ہے صرف اپنے علمائے ہی پر اعتراض نہیں بلکہ ان احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اعتراض ہے بلکہ سبب سے علمائے اہلسنت نے دین کو محبت سے تعبیر فرمایا ہے۔

اب ہم روایت کافی کے دوسرے حصہ کی نسبت کچھ عرض کرتے ہیں اس لیے کہ جناب مخاطب نے اپنی خوش فہمی سے اس بھی مورد اعتراض قرار دیا ہے اور یہ وہ حدیث ہے جو امام علیہ السلام نے اپنے قول کی تائید میں بعد آیات قرآنی کے ارشاد فرمایا تھا اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک شخص نے رسالت اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں دن و گون کو جو سنتی نماز دو رکہ بجالاتے ہیں دوست رکھتا ہوں اور خود سنتی نماز دو رکہ نہیں بجالاتا حضرت نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہو گا جہنم تو نے دوست رکھا اور جو کچھ تو نے عمل کیا ہے

(یعنی واجبات سے) وہ تیرے لئے مفید ہوگا، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس حدیث میں کیا محل اعتراض ہے اس لئے کہ جو شخص اعمالِ اچسی کو بجالاتا ہو ان صرف سنتی نماز روزہ کا پابند نہ ہو لیکن مصلین و صومین کو دوست کتسا ہو کہ جو جب فی اللہ میں داخل ہے تو اس شخص کی نجات میں اور اس درجہ پر فائز ہونے میں کہ جو مصلین و صومین کا ہو (اور جو مفہوم حدیث ہو) کیا کلام ہو سکتا ہے اس لئے کہ بموجب روایات حضرات اہلسنت وہ شخص تو افضل اعمال (یعنی حب فی اللہ) کو بجالاتا ہے چنانچہ فتح الباری میں مروی ہے افضل الاعمال الحب فی اللہ یعنی بہترین اعمال حب فی اللہ ہے پس جبکہ حب فی اللہ افضل اعمال ہو تو کوئی شبہ سمین نہیں ہو سکتا کہ شخص مذکور افضل اعمال کا بجالانیوالا ہے اور جبکہ وہ افضل اعمال کا عامل ہوا تو اس سے ضرور وہ درجہ حاصل ہوگا جو صومین و مصلین کا ہو بلکہ مشکوٰۃ شریف کی اس روایت سے جسے باب الحب فصل ثالث میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حب فی اللہ حق تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال سے حقے کہ نماز روزہ سے بھی زیادہ محبوب عمل ہے۔

کما ابو ذر نے کہ آنحضرت نے ہمارے	عن ابی ذر قال خرج علينا رسول الله
پس تشریف لا کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کونسا	صلى الله عليه وسلم قال اتدرون
عمل اچھا اعمال اللہ تعالیٰ کو محبوب تر ہے	ای الاعمال احب الى الله تعالى قال
ایک نے کہا کہ نماز و زکوٰۃ ایک نے کہا	قائل الصلوة والزکوة وقال قائل الجهاد
کہ جہاد آنحضرت نے فرمایا کہ تحقیق کہ	قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احب
محبوب ترین اعمال اللہ تعالیٰ کے	الاعمال الى الله تعالى الحب فی الله
نزدیک حب فی اللہ و بغض فی اللہ رواہ احمد و ترمذی	والبغض فی الله رواه احمد و ترمذی
کیا ہوا جس شخص کو احمد اور ابو داؤد نے اسکی فصل اخیر	ابوداؤد الفصل الاخير

پس نبی بر اس روایت کے تو اس شخص کا مرتبہ صلیب و عوامین سے بدرجہا بڑا ہے مگر ہونا چاہیے
 سنے کہ وہ تو ایسا عمل بجا لاتا ہے کہ جو نماز روزہ بلکہ جمیع اعمال سے زیادہ نیکو پایا ہے
 اور ساتھی اسکا اعمال و اسکی بھی آرک نہیں ہے اور جبکہ تبارک آیات اہلسنت کے ایک شخص کا
 بسبب محبت کے ایسا مرتبہ قرار پایا جو صلیب و عوامین سے بدرجہا بڑا ہے تو اسے
 شخص کا اگر شیعوں کی روایت سے صلیب و عوامین کے ساتھ مشورہ ہونے کا ذکر ہے تو کس
 منہم سے اور کی روایت پر غرض کیا جاتا ہے اور اگر کافی کی روایت سے نتیجہ نکلتا ہے
 کہ علمائے شیعہ یہ جانتے ہیں کہ نبی کے لئے صرف محبت کافی ہے یہی ایمان ہے
 یہی عمل ہے نماز روزہ کی ضرورت نہیں، "بیشاک مخاطب صاحب تحریر فرمایا ہے
 تو کتب معتبرہ حضرات اہلسنت سے جو احادیث ہنر نقل کئے ہیں اور جو آئمہ کرام
 و ائمہ بدرجہ اولیٰ بلکہ بعد روایت وہی نتیجہ علمائے اہلسنت کے لیے نکلتے گا۔

ان سب سے قطع نظر کر کے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث کافی کا جو مفہوم ہے
 یعنی انسان کا اس کے ساتھ ہونا جسے دوست رکھتا ہو اگرچہ ایسا اعمال نہ بجالایا ہو مگر
 اس کے محبوب کے ہیں (یعینہ اسی مضمون کے احادیث کتب معتبرہ حضرات اہلسنت میں بکثرت
 موجود ہیں چنانچہ شکوۃ شریف کے باب الحب فی اللہ و من اللہ فصل اول میں بروایت
 صحیحین ابن مسعود سے مروی ہے۔

ابن مسعود نے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں
 آپ اس شخص کے باب میں کہ دوست رکھا اسے
 ایک م کو اور اس نے ملحق نہیں ہوا یعنی ایسا اعمال
 نہیں کئے جس سے وہ قوم محبوب بنے کہ حضرت نے فرمایا کہ
 آدمی ذکر ساتھ ہو گا نہیں اسے دوست رکھا۔
 عن ابن مسعود قال جاء
 رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم
 فقال يا رسول الله كيف
 تقول في رجل احب قوما
 ولم يلحق بهم فقال المزمع
 من احب متفق عليه

علامہ جبار اللہ محشری ربیع المبارک کے باقی روز جمعہ میں ابو ذر سے نقل فرماتے ہیں۔
 کہا ابو ذر نے یا رسول اللہ ایک شخص دوست ابو ذر قال یا رسول اللہ الرجل
 رکھتا ہے ایک جماعت کو اور استطاعت بحسب القوم ولا يستطيع ان
 نہیں رکھتا کہ اونکا سامع کرے آنحضرت نے فرمایا یصل کبلمہر فضال یا ابا ذر
 اے ابو ذر تو اونکے ساتھ ہوگا جنہیں تو نے انت مع من احببت فاعادھا
 دوست رکھا ابو ذر نے پھر اپنے قول کا اعادہ کیا ابو ذر وفا عا دھا رسول اللہ
 آنحضرت نے بھی جواب کو مکرر ارشاد فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نیز ربیع الاول کے اسی باب میں انس سے مروی ہے۔

انس سے مروی ہے کہ دیکھا میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس رایت اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ شادان ہو ایک شئی سے کہ نہیں دیکھا
 میں نے انھیں کہ شادان ہو ہوں اس سے زیادہ کسی شے سے
 ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص کو بسبب جل یا رسول اللہ الرجل یحب
 عمل خیر کے دوست رکھتا ہے اور خود ویسا عمل نہیں الرجل علی العمل من الخیر ولا یصل
 کرتا کہ انس نے کہ نہیں فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے کہ آدمی بمنزلہ قال فقال علیہ السلام
 ہمراہ اونکو ہوگا جس نے دوست رکھا۔ المرء مع من احب

ذرا ناظرین ملاحظہ کریں ان روایات حضرات اہلسنت کا مفہوم کافی کے اوس حدیث سے
 جس پر مخاطب صاحب نے اعتراض کیا ہے کیا متحد ہے نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے
 محترم مخاطب کو شیعوں کی مخالفت کے جوش میں اتنا بھی خیال نہ آ کہ ہم اونکا بیانی جن شیعوں پر
 اطلاق اعتراض کرتے ہیں ویسی ہی حدیثیں ہمارے یا مخالف بھی موجود ہیں لیکن ہمیں ایسا
 خیال ہے کہ ہمارے معزز مخاطب کو اپنے یہاں کے مشہور و کثیر التداول کتب کے ملاحظہ کی
 تو بہت نہیں آئی ہے یا اونکی استعداد اون کتب کے مطالب سمجھ کر کیلئے کفایت میں کمی

یہ حدیث ان کے کتب میں ہے

بہر حال ہم انہیں دوستانہ صلاح دیتے ہیں کہ اگر ایراد مل ہو تو مناسب ہے کہ پہلے اپنے ایمان کے کتب کی سیر فرمائیں اور در صورت ثانی کچھ دنوں تحصیل علم فرمائیں بعد اوسکے میدانِ مناظرہ میں قدم رکھیں۔

اب ہم مخاطب صاحب کی اوس عبارت کی قلمی کسوٹے میں جو روایت کافی کے نقل کرنے سے پیشتر رقم فرمائی ہے قولہ علمائے شیعہ یہ بھی جانتے ہیں ائمہ قولنا اگر علمائے شیعہ ایسا جانتے ہیں تو کونسا گناہ کرتے ہیں سیلے کہ جب محبت عین ایمان ہو (جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں) تو محبت کا نجات کیلئے کافی ہو لے کا قائل ہونا مثل اسکا ہو کہ ایمان کے نجات کیلئے کافی ہونے کے قائل ہوں پس کیا مخاطب صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجرد ایمان نجات کیلئے کافی نہیں ہو اور اگرچہ یہ مسلم نہیں ہو کہ جس شخص کو حب فی اللہ ہو وہ مطلق عمل نہ بجالا لے لکن اگر یہ فرض بھی کیا جائے کہ محبت بے مطلق عمل کے بھی بانی جا سکتی ہو تب بھی صریح حسب تصریحات علمائے اہلسنت مجرد ایمان حتیٰ کہ بغیر صوم و صلوة کے نجات کیلئے کافی ہو پس اسی طرح صرف محبت بھی بغیر اعمال کے نجات کیلئے کافی ہوگی سیلے کہ محبت عین ایمان ہو۔

اور بالآخر ہم یہ کہتے ہیں کہ علمائے اہلسنت بھی محبت کو سبب نجات بلکہ محبت ہی کو قوی تر ذریعہ نجات کا سمجھتے ہیں چنانچہ مرزا محمد حارثی کہ علمائے مشہورین اہلسنت سے ہیں کتاب مفتاح البنا کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

بعد حمد و ثناء کے مخفی نہ ہو کہ نہیں ہو نجات آخرت | اما بعد فلا یخفى انه ليس بجاه العقبة
کیلئے کوئی ذریعہ قوی تر محبت ال مصطفیٰ و نوحته | ذریعۃ اقوی من محبة آل المصطفیٰ
پر پاکیزہ ترین درود نازل ہو۔ | علیه من الصلوات ما هو الا انک

اور سید علی ہمدانی کہ یہ بھی مشہورین علماء اہلسنت سے ہیں دہ اقربے کے دیباچہ میں فرماتے ہیں
لہ دیکھو صحیح بخاری جلد ثانی کتاب الجہاد صفحہ ۳۱۱ حدیث من امن بالذی اثم اور اسکا حاشیہ بقول ز شرح کرمانی ۱۲۱

و بعد پس تحقیق کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہاں
 حبیب (نہیں) طلب کیا میں تم کو تبلیغ رسالت پر کوی
 اجر بخیر محبت فرما کے اور فرمایا رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم نے دوست رکھو خدا کو سبب بن نہ سونے کو جو عین عطا
 کی ہیں دوست رکھو جو سبب دوستی خدا کو اور دوست
 رکھو میرا بیت کو سبب میری محبت کے پس حکم ہوئی
 محبت آل نبی ایسی سوال کی گئی کہ باریں حیثیت کہ حکم
 کیا خدا نے پس حبیب بی کو کہ نہ طلب کریں اپنی قوم سے
 سو کموت افزا کے اور ضروری سبب نجات ہو دوستوں
 کیلئے اور موجب افکار پختہ کا طرف نختہ اور ان کی
 آل علیہم السلام کے جیسا کہ فرمایا ابو اکھثر علیہ السلام
 نے کہ جو شخص دوست رکھو گا کسنی جماعت کو محصور کیا
 جائیگا اور کزمرہ میں نیز دیا کہ آدمی ہمراہ او کو ہو گیسو
 او سے دوست کیا پس حبیب فی او حسرت و استغفار کی
 طریق وصول راہ قبول کی محبت رسول البیت بتول اہل بیت البتول
 و بعد فقد قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلكم
 علیہ جرا الا المودة فی القربى وقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احبوا
 اللہ لما سئلکم عن نعمة احبونی لحب اللہ
 واحبوا اهل بیتی محبة فلما كان مؤدة
 الالبی سئلوا عنها حيث امر اللہ تعالیٰ
 محبة العزى بان لا یسئل عن قومه
 سوء المودة فی القربى وان ذلک
 سبب النجاة للمؤمنین وموجب صولم
 الیہ والی لہ علیہم السلام کما قال علیہ السلام
 من احب قوما حشر فی زمرتهم وایضا
 قال علیہ السلام الم مع من احب
 فوجب علی من طلب طریق الوصول
 ومنهج القبول محبة الرسول مودة
 اهل بیت البتول

پس جو وقت کہ علمائے حضرات اہلسنت بھی اس امر کے معترف ہیں (اگرچہ زبان ہی
 ہو) کہ محبت سبب نجات ہو بلکہ ہی قوی تر ذریعہ نجات ہو تو اگر علمائے شیعہ بھی محبت کو نجات
 کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو کیوں مورد اعتراض قرار دیے جاتے ہیں جناب مخاطب صاحب
 از براے خدا کچھ تو شرم فرماے کہ شیعوں کی رو کے زعم میں اپنے منہ سے آپ اپنے علماء
 و احادیث پر اعتراض فرماتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ آپ کے اہل مذہب آپ کے
 حقیقین کیا کہیں گے کیا ایسی ہی باتوں کی قدر کے آپ و نے خواستگار ہیں قولہ ہی یا ہاں

یہی عمل زکوٰۃ اعلیٰ شیعہ کے نزدیک محبت کا تامہ الیٰ بیان اعمال جو مخاطب کا ایک
ایسا غیر واقع ادعا ہو جسکے ثبوت میں وہ ایک شیعہ عالم کا بھی قول نہیں پیش کر سکتے ہاں علماء
شیعہ محبت کرنا علم دین بلکہ عین دین افضل اعمال جانتے ہیں اور اس عقیدہ کی صحیح و حق ہونگی
شہادت کتب اہلسنت و سہ ہے میں کما حقہ نماز روزہ الخ قولنا اگر ضرورت سے
یہ مراد ہے کہ نجات کیلئے نماز روزہ کو شرط نہیں جانتے اور محض ایمان و محبت کو نجات
کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو یہ مسلم ہے مگر اس پر کسی قسم کا اعتراض کرنا اور علماء اہلسنت پر
اعتراض کرنا ہے جو شیعوں کے اس قول میں شریک ہیں اور اگر عدم ضرورت سے یہ مراد ہے
کہ علماء شیعہ کے نزدیک نماز روزہ کا بجالانا کچھ ضروری نہیں ہو تو یہ بالکل غلط ہے اور ایک
ایسا قول ہے کہ غالباً سوئے مخاطب صاحب کے آج تک کسی نے شیعوں کی طرف منسوب
کیا ہو گا۔

حضرت ابنِ اعلیٰ شیعہ تو سلفا عن خلف نماز و روزہ و دیگر اعمال اچھے مسنونہ کے
خود عامل رہا اور وہ کو ان کے بجالانے کی شدید تاکید میں کرتے آئے ہیں اور ان کے
تارک کو ہر طرح تنبیہ فرماتے رہے ہیں دیکھئے اسی کتاب کافی میں لکھتے ہوں
انہیں امور کے بیان میں منعہ کئے گئے ہیں۔

تو لہٰذا اسی لئے الخ قولنا افسوس ہے کہ ہمارے مخاطب غیر واقع امور بیان کرنے کا
بیڑا اٹھایا ہے، میں تو بار بار ان کے ارشادات کو کذب مرید و دروغ کہتے بھی
حیا آتی ہے مگر بسا تعجب ہے کہ انہیں ایسی باتیں تحریر کرتے ہیں پیش نہیں ہوتا بھلا
کیا وہ اپنے اس ترکیبی تصدیق میں کہ علماء شیعہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوحہ و طعن کچھ
نہیں سکھاتے، کوئی ایک ثبوت بھی پیش کر سکتے ہیں۔

چونکہ مطلق تعلیم فضائل نوحہ و طعن سے نہیں خود اعتراف ہوا سلعے عرض پر داز
خدمت مخاطب ہیں کہ اگر علماء شیعہ اپنے عوام کو فضائل نوحہ و شیون و طعن نہیں بلکہ

مطاعن کثیرہ واقیہ تعلیم کرتے ہیں تو آپ کو کیوں گران خاطر گذرنا ہے اس لئے کہ یہ سب باتیں تو آپ کے کتب معتبرہ میں بھی موجود ہیں پس آپ کو تو اور خوش ہونا چاہیے اس لئے کہ علماء شیعہ گویا آپ کے مذہب کی باتوں کی تعلیم کرتے ہیں اور اگر آپ کو ہمارے بیانیہ کچھ شک ہو تو لیجئے ہم آپ کے کتب کا بھی حوالہ دیے دیتے ہیں آنا فضائل و احسان بہ کہہ دو کہ آپ کو امام احمد بن حنبل سے ملے کہ جو ائمہ اربعہ سے ہیں کسی عظیم فضیلت البیت پر گریہ کر سکی اپنی کتاب مناقب میں امام حسین صلوٰۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی ہے۔

فرمایا امام حسین نے کہ جس کی آنکھ ہماری عصمت عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما میں ایک آنسو کی یا اس نے ایک قطرہ گرایا قال من دمعت عیناہ فینا دمعة او عطا کر گیا او آیت جنت اور ایک روایت میں ہم قطرت عیناہ فینا قطرة اناہ اللہ وفی شکمن کر گیا او سے حق تعالیٰ جنت میں رواۃ بواۃ اللہ عن وجل الحنة

جو حضرات مظلوم کربلا کے مصائب پر گریہ و زاری کو ممنوع بلکہ عیاذ باللہ حرام بتلاتے ہیں وہ ذرا آنکھیں کھول کر اپنے امام صاحب کی اس روایت کو ملاحظہ کریں اور اس خیالات سے توبہ کریں آما مطاعن یہ بھی جناب مخاطب ہی کے یہاں کتب معتبرہ اور ثقات کا تعلیم کیا ہوا سبق ہے پھر اگر علماء شیعہ بھی ہی باتیں یا مثل ذلک جو آپ کے کتب معتبرہ میں مسطور اور آپ کے مذہب کے ثقہ لوگوں کی زبان زد ہیں اپنے عوام کو تعلیم کرتے ہیں تو ان کیوں ناحق غصہ کیا جاتا ہے۔

قولہ کافی کے کتاب الروضہ میں یزید بن معاویہ سے روایت ہے قولنا جناب مخاطب نے صرف الفاظ حدیث ہی کی تحریف پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ اومی حدیث کا نام بھی بدل دیا یزید (بضم باء) موحده وفتح را (ممل) بن معاویہ کو یزید (بفتح یا) تحسانی بن معاویہ تحریر فرمایا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ علم جال میں اپنی سیاق و سباق ظاہر نیکی

۱۔ اس روایت کو کتاب امام احمد بن محمد شافعی نے بھی صراط سوری میں نقل فرمایا ہے ۲۔ دیکھو انتصار شریعت نمبر صفحہ ۲۷۔

لئے حاشیہ پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ دیر یزید بن معاویہ قائل حسین بنین بلکہ حضرت عباس علیہ السلام
 شہید کر بلا کا پوتا ہے، لیکن نسوس کہ ان کے اظہار لیاقت نے برعکس نتیجہ دکھایا۔ کیا انہوں
 یہ سکر تعجب ہو گا کہ یزید بن معاویہ سن ۴۰ م کا نہ کوئی شخص صاحب نام محمد باقر علیہ السلام سے
 ہے نہ کوئی یزید حضرت عباس کا پوتا ہے صرف کتب اہل تشیع ہی نہیں بلکہ کتب حضرات
 اہل سنت مثل عمدۃ الطالب (کہ جس میں خاص کر اولاد حضرت ابوطالب کے حالات
 ہیں) وغیرہ میں بھی ہذا احتیاطاً دیکھا لیکن حضرت عباس علیہ السلام کی اولاد میں نہ معاویہ ہے
 نہ ان کے پوتوں میں کوئی یزید بلکہ ان کی سلسلہ اولاد میں ان دونوں سمونسی ایک کے
 ساتھ بھی کوئی اسمی نہیں پایا جاتا، نسوس کہ جناب مخاطب اپنی اظہار لیاقت میں مطلقاً
 و تدبر سے کام نہ لیا اور نہ یہ شیعوں کے ایک راوی کے نام کی تحقیق میں ایسا حاش
 غلطی کے کہ جنہیں دیکھ کر ان کے احباب خاص بھی انگشت بزدان ہوں گے
 شرم !!! شرم !!! شرم !!!

تفسیر واضح ہو کہ حضرات اہل سنت با وضو کی محبت اہل بیت صلوٰۃ اللہ علیہم کا بظاہر بہت
 کچھ ادا کرتے ہیں لیکن ان کے دعوے کی حقیقت اسی سے دریافت ہو سکتی ہے کہ جو احادیث
 کتب اہل تشیع میں اہل بیت کی محبت کے فضائل کے بیان میں مروی ہیں ان پر اسے
 درجہ کی تشیعات و استہزا فرماتے ہیں اور انہیں مخالف شریعت و وضعی قرار
 دیتے ہیں۔ دیکھئے خاتم المحدثین اہل سنت مولوی شاہ عبدالغفر صاحب نے
 تحفۃ الثنا عشریہ کے باب الکایدین حدیث لا یعلن بالله بالنار من والی علیا
 (نہیں عذاب کرے گا اللہ آتش جہنم سے اس پر جس نے دوست رکھا علی کو) اور
 مثل اسکے جو احادیث کتب اہل تشیع میں بطور ہیں ان پر کیا کچھ طبع آزمائی فرمائی
 حتیٰ کہ ان احادیث کو موجب ارتکاب معاصی و محرمات و فواحش و ترک عبادات
 بلکہ پناہ بخدا باعث برہمی احکام شریعت و ترغیب بزندہ قرار دیا ہو چنانچہ

باب الکامدین یون رطب اللسان ہوئے ہیں۔

”کید چار دم۔ آنکہ عوام را فریب دہ اند بر وایت احادیثی کہ دلالہ دارند بر کفایت محبت جناب امیر المومنین و ذریۃ ایشان در نجات از عذاب آخرت لی آنکہ بجا آوردن طاعات و اجتناب از معاصی را دستے باشند من ذلک ما روی المعروف عندہم بالصداق اعنی بابویہ عن ابن عباس وغیرہ آنہ علیہ السلام قال لا یعذب اللہ بالنار من ین ال علیا و چون نفوس عوام دار باب شہوات مشغوف است باطلاق و اباحتہ و داد تعیش و تفرہ دادن و ارتکاب معاصی مجرمات نمودن و از عبادات دل و زردین و تحال و اہمال و حران کردن این بشارۃ عاجلہ و فرہن ایشان کمال رسوخ میکنند و این مذہب میگیرند، (دیکھو تحفہ اشاعریہ صفحہ ۸۲)

نیز اسی باب میں فرماتے ہیں۔

”دکیدیسی و ہشتم آنکہ حدیث موضوعہ نسبت کنند بجانب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمادہ علیہ السلام کہ جو شخص گناہ صغیرہ و کبیرہ بکند سیات ایشان بہل بحسنات شوند و آنکہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از حضرت باری تعالیٰ روایت فرمودہ کہ لا اعدب احدی والی علیہ و از عصائے و این فقرات را بہ بسیار از شہوت پرستان باحت دوست زدہ است و بہت آویز این موضوعات و ادبیاتی و ارتکاب فواحش میدہند و اصلاحی بے برنہند اینقدری فہمند کہ ہر گاہ بوسیلہ محبت ایشان ہیچ گناہ نہ زنند و سیات بہل بحسنات شوند ذوات عالیات ایشان چرا تکلیف طاعت بالی نہ کشید، اور آخر میں اس کید کے فرماتے ہیں۔

وہا بجلہ مقصود ایشان ازین فقرات برہم زدن احکام شریعت و ترغیب مردم

باب احت و زندقه است (تختم اثناعشره صفحہ ۱۰۲)

تہام و خطیب بن عساکر نے کہ جو اعظم علما سے اس سنت سے بہین ابن عباس سے روایت کی ہے
 کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ قال قال رسول الله صلى الله عليه
 و آله کہ محبت علی کھا لیتی ہے گناہوں کو جس طرح کہ کھا کھوسلحہ حب علی یا کل الذنوب کما
 لیتی ہے آگ لکڑی کو ۔

دینی جو کہ اکابر علماء اہلسنت سے ہیں معاذ سورت ایت کرتے ہیں۔

فرمایا رسول خدا نے کہ محبت علی بن ابیطالب ایسی نیکی ہے کہ
 کہ اوسکی ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اوسکی دشمنی
 ایسا گناہ ہے جسکی ساتھ کوئی ثواب ختم نہیں ہوتا۔
 اور علامہ خطیب نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

ابن عباس مروی ہے کہ کما میں رسالت اب سو کہ کیا کہ عن ابن عباس قلت للمصنف

آتش کیلئے کوئی جواز ہو دینا کوئی ایسی چیز جس کا ثبوت ملے کہ لانا جواز قال نعم قلت وما
 پر ہو گا جو جاکے فرمایا ان میں سے کسی کو کہ کیا فرمایا مجھے اپنی بیٹی کی ہوا قال حب علی بن ابیطالب
 اور صحیح مسلم کتاب لایمان و صحیح ترمذی و نسائی میں زہر بن حبیش سے مروی ہے۔

کہا زہر بن حبیش نے کہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ قسم ہوا اس خدا کی قسم کہ قال قال علی رضی اللہ عنہ والذی فلو احببتہ
 شکافہ کیا وہ کو اور پُرش کیا نہ اس کو ضرر مجھ سے فرما دیا ہو و برء النعمۃ انہ لعہد النبی
 بنی امی کے کہ نہ دوست رکھے گا مجھ کو مومن اور الامم الی ان لا یحببہ الامم و
 نہ دشمن رکھے گا مجھ کو منافق ولا یبغضہ الامنافق۔

اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی کے مودت ثانیہ میں محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے۔

محمد بن حنفیہ نے اپنے چچ بزرگوار علی علیہ السلام عن محمد الحنفیہ عن ابیہ علی
 سے روایت کی ہے فرمایا علی نے کہ ایک دن میں علیہ السلام قال انی لانا عموما
 سور ہاتھا کہ دفعۃ رسول خدا تشریف لائے اور مجھے اذا دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دیکھا اور مجھ کو اپنے قدم مبارک سے حرکت ملی و فطر الی و حرکت برجلہ و قال
 فرمایا مجھے اٹھو اگر میں ہم تم پر اپنے باپ و ماں کو لے کر نفدی ہوں ابی و امی
 پس تحقیق کہ میرا پس جبریل آئے اور کہا کہ بشارت فان جبریل اتانی فقال لی
 دیجئے جنین (علی) اسکے کہ ضرور ضرور بخشد بشر هذا بان اللہ تعالیٰ لعقلہ
 اللہ تعالیٰ نے انہیں اور اذکی ذریۃ کو اور اذکی شیو کو و لذریۃ و لشیۃ و لمحہ
 اور دو ستار و کو اور ضرور جس شخص نے طعن کی اور وان من طعن علیہ و یحبس
 اور غضب کرے حتیٰ انکا آتش و زنج میں ہو گا۔ رجعت فی النار۔

یہ احادیث تو ایسے تھے جنہیں خاص کر امیر المومنین علیہ السلام کی محبت کے فضائل بیان ہوئے
 ہیں اور جنہیں ہم نے اس مناسبت سے پہلے نقل کیا کہ شاہ صاحب نے خاص کر انہیں
 اس حدیث کو زہر بن حبیش کی احادیث کے ہمنام کتاب فتاوح النجا سے نقل کیا ہے۔ ۱۲۔

جناب کی محبت کے باہمین جو احادیث کتب اہل تشیع میں منقول ہیں پر استنباد و اعتراض فرمایا ہو
 کہ اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایات جو اکابر اہل سنت نے نقل فرمائے ہیں اہل تشیع کے
 اولیٰ احادیث کے کس قدر ہم سننے میں ہیں جن پر اعتراض کیا گیا ہے اب بعض احادیث عام طور پر بہرہ
 علیہم السلام کی فضیلت و محبت کے ملاحظہ فرمائیے مودۃ القربیٰ کی مودۃ ثانیہ میں ابن عباس سے مروی ہے
 کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال
 کہ میں سب لوگوں میں سے بھلا شفاعت کنندہ ہوں گا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول الناس
 پر میری ذریت پر ہمارے دوست داخل ہوں گے شفاعت ذریتی ثم محبوبنا یدخلون
 جنت میں بغیر حساب کے نہیں ہوں گا کونجا بیٹے ہوں گے البجنة بغیر حساب لا یسألون من
 بعد معرفت و محبت کے۔
 ذنبہم علی المعرفة والمحبة

تیسری مودۃ میں ابن مسعود سے مروی ہے۔

کہ ابن مسعود نے کہ فرمایا رسول خدا نے وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال
 کہ محبت آل محمد کی ایک دن بہتر ہے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب آل محمد
 سال کی عبادت سے اور جو کوئی مر گیا اس محبت پر یوم ماخیز عبادۃ سنة ومن
 داخل ہو گا جنت میں۔ مات علیہ دخل الجنة

امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مجھ اور حسین اور علی و
 فاطمہ کو دوست رکھے وہ ہر روز قیامت تک میرے ساتھ بہشت میں ہو گا چنانچہ محمد سالم بخاری
 رسالہ اصول ایمان میں فرماتے ہیں۔

”وحدیث آمدہ کہ ہر کہ دوست دارد مرا و دوست دارد حسن و حسین پر و مادر

این ہر دو را ہمراہ من باشد در بہشت در روز قیامت رواہ احمد و الترمذی

عمر علی علیہ السلام قطوبی للعین یعنی خوشی برائی و دوستان باو

ہیبت ہی عادت انکس کہ انت بہرور بہرین شاریت عظمیٰ حب آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابو عبد اللہ نے کہ جو مقتدی دین حضرت اہلسنت ہیں روایت کی ہو کہ فرمایا رسالت نے
کہ محبت آل محمد کی باعث نجات ہے آتش دوزخ سے اور باعث گمراہی صراط پر سے اور
باعث آمان ہے عذاب سے چنانچہ مولوی محمد سالم صاحب فرماتے ہیں۔

”ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حکیم الترمذی کہ از مقتدا دین است روایت کردہ
کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود حب آل محمد براءة من النار و
حب آل محمد جواز علی الصراط والولایت لہ حب آل محمد امان من العذاب
یعنی دوستی آل محمد برات از آتش دوستی آل محمد گمراہی بر صراط است
و دوستی آل محمد امان است از عذاب“ (اصول ایمان صفحہ ۱۰)

اور لطف یہ ہے کہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اس روایت کو بغیر سیرا سے
باب المکامد میں نقل کیا ہے چنانچہ کید نو و وکم میں فرماتے ہیں۔

”و حکیم ترمذی در نوادر الاصول فی اخبار الرسول از مقتدا دین اسود روات
دار کہ فرمود معرفۃ آل محمد براءة من النار و حب آل محمد جواز
علی الصراط والولایت لہ حب آل محمد امان من العذاب“ (تحفہ صفحہ ۱۷۰)

ابو اسحق ثعلبی نے عبد اللہ بجلی سے روایت کی جبکہ احصل یہ کہ فرمایا آنحضرت نے کہ محبت
آل محمد پر مرگیا شہید مغفور مرگیا اور اسکی قبر میں دو دروازے جنت کے کھول دیے جائینگے
اور حق تعالیٰ اگر رحمت کو اسکی قبر کا زوار کرے گا اور جو آل رسول کی عداوت پر مرگیا
بروز قیامت اسطرح آئینگا کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا ”و اما سید رحمت خدا سے“ اور
بہشت کی بوبھنی سونگے گا چنانچہ رسالہ اصول ایمانین سطور پر۔

”و ابو اسحق ثعلبی روایت کردہ از عبد اللہ بجلی کہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم
الامن مات علی حب آل محمد مات شہید الامن مات علی حب آل محمد مات مغفور الامن
مات علی حب آل محمد فتر فی قبرہ بابان من الجنة الامن مات علی حب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي زَوَّارَ قَبْرَهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ اَلَا مِنْ مَاتَ عَلَى بَعْضِ
 اَلْحَمْدِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ اَكْسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اَلَا مَنْ مَاتَ
 عَلَى بَعْضِ اَلْحَمْدِ لَمْ يَشْرَ لِنَفْسِهِ اَلْجَنَّةَ اَغَاةً بِاشٍ كَسِيكُم بِمِيرٍ وَبِرٍ دُوسْتِ
 اَلْحَمْدِ بِمِيرٍ وَشَهِيدًا اَغَاةً بِاشٍ كَسِيكُم بِمِيرٍ وَبِرٍ دُوسْتِ اَلْحَمْدِ بِخَشَشٍ كَرْدِ وَشَوْنِ اَوْرَا
 اَغَاةً بِاشٍ كَسِيكُم بِمِيرٍ وَبِرٍ دُوسْتِ اَلْحَمْدِ كَشَادِهُ شَوْرٍ دُرِّ قَبْرِ مِی دُورٍ وَازِہِ اَرِہِشْتِ
 اَغَاةً بِاشٍ كَسِيكُم بِمِيرٍ وَبِرٍ دُوسْتِ اَلْحَمْدِ لِرَدِّ اَنْدَ خُدَا اَلْعَالِی زِیَارَتِ كُنْدِہِ قَبْرِ وَفَرِہِشْكَانِ حَمِیَّتِ
 اَغَاةً بِاشٍ كَسِيكُم بِمِيرٍ وَبِرٍ دُشْمَنِی اَلْحَمْدِ بِلَاہِ رُوزِ قِیَامَتِ وَنُوشْتِہِ شُودِ مِیَانِ
 ہر دُشْمَنِی كِی كَرِ اِنَاكُشِ اَسِیْدِ اَسْتِ اَز رَحْمَتِ خُدَا اَغَاةً بِاشٍ كَسِيكُم بِمِيرٍ وَبِرٍ دُشْمَنِی
 اَلْحَمْدِ نِیَا بِوَسْطِہِ بَشْتِ (اصول بیان صفحہ ۱۱)

آخر میں ہم جناب مخاطب سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے علما اہل سنت کے لئے کہ جو
 نصیحتہ الشیعہ میں مضامین طبع کرائیں یہ شرط لکھی ہے کہ اگر تحفہ سے کچھ مطالب لکھ جائیں
 تو اد سکے اجوبہ پر بھی نظر ہو اور اد سے بھی بحث ہو لیکن کیا وجہ ہے کہ آپ خود اس شرط کی
 پابندی نہیں فرماتے حدیث جب پر جو کچھ آپ نے اعتراض فرمائے ہیں یہ بظاہر ہے کہ اس کی بادی
 آپ نہیں ہیں بلکہ یہ وہی ترانہ ہے جسے آپ کے خاتم الخائنین چٹیر گئے ہیں اور آپ نے
 انہیں کی افادات کی (جو ابھی مذکور ہوئے ہیں) خوشہ چینی کی ہو پس ضرور تھا کہ آپ
 اس بحث کے ادن اجوبہ پر نظر کرتے جو شیعوں نے تحفہ کے لئے میں اور اد سے بھی
 بحث کرتے ایک امر کا اور دیکھو تم دینا اور خود ادس پر عمل نہ کرنا خود را نصیحت دیگر ازا
 نصیحت نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔ اور جبکہ یہ ظاہر ہے کہ اس میں ہی مضامین لکھ جاتے ہیں جو
 جو پیشتر سے علماء اہل سنت خاتم صاحب سید پر جہاں زیادہ زور و شور سے لکھ گئے اور ادس کی
 جواب بھی مل چکے ہیں اس حال میں اس کا نام شیعہ سننی کا دینا ناظرہ رکھنا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں درست
 ہو گا اور نہ کو کو ان مضامین کے کہیں کوئی لکھ حاصل ہو گا کہ پیشتر کے کتب فقہین میں نصیحتہ الشیعہ بہت زیادہ تفصیل کے

